باسمہٖ تعالیٰ



حُسنِ اخلاق

(یعنی باطن کی اصلاح و درستگی)



مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی

باسمہٖ تعالیٰ

حُسنِ اَخلاق

(یعنی باطن کی اصلاح ودرستگی)

باطن یعنی دل اور نفس کی اصلاح وتزکیہ سے متعلق اچھے اور برے اخلاق کا مختصر مجموعہ
اصلاح وتزکیۂ نفس کی فضیلت واہمیت، اخلاقِ حمیدہ اور اخلاقِ رذیلہ کی حقیقت وماہیت
قرآن وسنت کی روشنی میں اخلاقِ حمیدہ کی اہمیت اور اخلاقِ رذیلہ کی مذمت
اخلاقِ حمیدہ کے حصول اور اخلاقِ رذیلہ سے بچنے کے طریقے
جملہ مسلمانوں کے لئے ایک اہم موضوع پر مختصر اور جامع مجموعہ

تصنیف

مفتی محمد رضوان

ناشر

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

نام کتاب: حُسنِ اَخلاق
تصنیف: مفتی محمد رضوان
طباعتِ اول: جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ
طباعتِ دوم: جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ جون 2009ء
صفحات:
قیمت: روپے

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان
فون 051-5507270 فیکس 051-5780728

فہرست

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہم نے اخلاق نام صرف چاپلوسی اور خوشامد اور میٹھی باتیں کرنے کا رکھ لیا ہے، سوحقیقت میں اخلاق کو نفاق سے بدل دیا ہے، اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذاء ظاہری وباطنی، حضور (موجودگی) وغیبت (غیرموجودگی) میں نہ پہنچے، ہم نے یہ سمجھا کہ اخلاق ظاہرداری کا نام ہے، گواس سے ایذاء ہی پہنچے، اس کی کچھ پرواہ نہیں (الرفیق فی سواء الطریق، حصہ دوئم ص ۱۸۴)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اخلاق کی حقیقت واہمیت

شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں:

(۱)......ایک وہ جن کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے **(۲)**......دوسرے وہ جن کا تعلق انسان کے باطن سے ہے۔

پھر جن احکام کا تعلق انسان کے باطن سے ہے، وہ بھی دو قسم کے ہیں:

(۱)......ایک وہ جو عقائد وایمانیات کہلاتے ہیں **(۲)** ...... دوسرے وہ جو اخلاق کہلاتے ہیں۔

جن کا تعلق انسان کے دل اور نفس سے ہے۔

علمِ اخلاق کا اصل مقصود اپنے نفس کو پاکیزہ بنانا اور کامل شریعت پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے، اور اس کے نتیجہ میں انسان ظاہری وباطنی اور حاضرانہ وغائبانہ طریقہ پر دوسرے کی ایذاء رسانی سے بھی محفوظ ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’قَدْاَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی‘‘ (سورۃ اعلیٰ آیت ۱۴)

ترجمہ: ’’یعنی کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنالیا‘‘ (ترجمہ ختم)

اور نفس کو پاکیزہ بنانا اور اس کی صفائی کرنا اتنا اہم اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (سورہ جمعہ)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ ہی نے) نبی کو بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان (کے دل اور نفس) کو پاکیزہ کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِکُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ‘‘ (ابو داؤد، مسند احمد عن عائشة)

ترجمہ: مؤمن اپنے اچھے اخلاق سے اس شخص کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو (دن میں) روزہ دار اور (رات میں) نماز میں کھڑا رہنے والا ہو (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے:

إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا (بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد)

ترجمہ: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں، جو تم میں حسنِ اخلاق (یعنی اچھے اخلاق) والے ہوں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں ہے:

أَحْسَنَ النَّاسِ إِسْلَامًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (مسند احمد، مصنف ابنِ ابی شیبۃ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی) [1]

ترجمہ: لوگوں میں اسلام کے اعتبار سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (ابوداؤد، مسند احمد عن ابی ہریرۃ)

ترجمہ: مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں؛ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا (ترمذی، مسند احمد) [2]

---

[1] قال الهيثمی:
"إِنَّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ لَيْسَا مِنَ الْإِسْلَامِ فِي شَيْءٍ، وَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ إِسْلَامًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ." رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ، وَأَحْمَدُ وَابْنُهُ وَقَالَ " :وَإِنَّ خَيْرَ النَّاسِ إِسْلَامًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ." وَأَبُو يَعْلَى بِنَحْوِهِ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ .(مجمع الزوائد ج٨ص٢٥)

[2] قال الترمذی:
وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں؛ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اور تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اخلاق کے اعتبار سے اچھے ہوں (ترجمہ ختم)

بیویوں کے ساتھ کیونکہ انسان کا زیادہ واسطہ رہتا ہے، اور عموماً ان پر تسلط بھی حاصل ہوتا ہے، اس لئے بیویوں کے ساتھ انسان کے حقیقی حسنِ خلق کا امتحان ہوتا ہے، اور جو اس میں پورا اترتا اور کامیاب شمار ہوتا ہے، تو وہ گویا کہ کامل حسنِ اخلاق والا انسان ہے۔ [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا:

"يَا أَبَا ذَرٍّ، أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَصْلَتَيْنِ هُمَا أَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ، وَأَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ غَيْرِهِمَا ؟ "قَالَ :بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ " :عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ، وَطُولِ الصَّمْتِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا "(شعب الایمان،مسند ابو یعلیٰ الموصلی) [2]

ترجمہ: اے ابوذر! کیا میں تمہیں دو ایسی خصلتیں نہ بتلادوں؛ کہ جن کو برداشت کرنا بہت سہل ہے، اور یہ دونوں دوسری خصلتوں کے مقابلہ میں میزانِ عمل میں بہت بھاری ہیں؟

---

[1] أكمل المؤمنين إيمانا أى من خياركم أحسنهم خلقا أى من أكملهم وخياركم أى مع عموم الخلق خياركم لنسائهم لأنهن محل الرحمة لضعفهن(مرقاة، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق)

(وخياركم خياركم لنسائهم) أى من يعاملهن بالصبر على أخلاقهن ونقصان عقلهن ، وطلاقة الوجه، والإحسان .وكف الأذى ، وبذل الندى ، وحفظهن من مواقع الريب(فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۱۴۴۱

[2] قال الهيثمى:

رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ ، وَرِجَالُ أَبِي يَعْلَى ثِقَاتٌ (مجمع الزوائد ج۸ص ۲۲)

وقال البوصيرى:

هذا إسناد رجاله ثقات.رواه ابن أبى الدنيا والطبرانى والبزار من هذا الوجه.(اتحاف الخيرة المهرة،باب الترغيب فى الخلق)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ضرور بتلایئے!

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اوپر حسنِ خلق اور لمبی خاموشی کو لازم کرلو، اور قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ ان دونوں خصلتوں کے برابر مخلوق کا کوئی عمل نہیں (ترجمہ ختم)

لمبی خاموشی سے مراد زبان کی آفات اور زیادہ بولنے کی حرص سے اپنے آپ کو بچانا ہے، جو کہ حسنِ خلق ہی میں داخل ہے، اور اس کے خلاف بدخلقی میں داخل ہے۔

لیکن زبان کی آفتیں کیونکہ بہت زیادہ ہیں، ان سے بچنے کے لئے اس خصلت کو حسنِ خلق سے الگ کرکے ذکر فرمایا گیا۔

نیز حضور ﷺ نے فرمایا:

مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيْءَ (ترمذی ،صحیح ابن حبان عن ابی الدرداء) [1]

ترجمہ: کوئی عمل بھی قیامت کے دن مومن کی میزانِ عمل میں حسنِ خلق سے زیادہ وزن دار نہیں ہوتا، اور بے شک اللہ تعالیٰ فاحش اور قبیح کلام کرنے والے کو مبغوض (اور ناپسند) کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

فحش اور قبیح کلام میں بھی انسان بدخلقی کی وجہ سے ہی مبتلا ہوتا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الْعَبْدُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ (ابنِ ماجة ،مسند احمد، مصنف ابنِ ابی شیبة، معجم طبرانی کبیر، صحیح ابنِ حبان، وقال :قال سفیان ماعلی وجه الارض الیوم اسنادا اجود من هذا)

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بندے کو جو چیزیں عطا کی گئی ہیں،

---

[1] قال الترمذی:
وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وَأُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيح.

ان میں سے بہترین چیز کون سی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھے اخلاق (ترجمہ ختم)

ایک صحابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ:

أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الْإِيمَانِ أَفْضَلُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ (مسند احمد، مسندعبد بن حميد)

ترجمہ: کون سا اسلام افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں، پھر میں نے عرض کیا کہ کون سا ایمان افضل ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسنِ خلق (یعنی اچھے اخلاق) (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ فَقَالَ تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ فَقَالَ الْفَمُ وَالْفَرْجُ (ترمذی، شعب الايمان، ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جنت میں زیادہ کس وجہ سے داخلہ ہوگا؟ تو فرمایا کہ اللہ کے تقویٰ اور حسنِ خلق کی وجہ سے۔

پھر سوال کیا گیا کہ لوگ جہنم میں زیادہ کس وجہ سے داخل ہونگے؟ تو فرمایا کہ منہ اور شرمگاہ کی وجہ سے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَكْثَرُ مَا يَلِجُ بِهِ الْإِنْسَانُ النَّارَ الْأَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ وَأَكْثَرُ مَا يَلِجُ بِهِ الْإِنْسَانُ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحُسْنُ الْخُلُقِ (مسند احمد)

---

[1] قال المنذری:

رواه الترمذی وابن حبان فی صحيحه والبيهقی فی الزهد وغيره وقال الترمذی حديث حسن صحيح غريب (الترغيب والترهيب تحت حديث رقم ۴۰۰۴)

قال الالبانی:

قلت .و إسناده حسن ، فإن يزيد هذا وثقه ابن حبان و العجلی ، و روى عنه جماعة (السلسلة الصحيحة تحت حديث رقم ۹۷۷)

ترجمہ: اکثر انسان جہنم میں دو جوفوں یعنی منہ اور شرمگاہ کی وجہ سے داخل ہونگے، اور اکثر انسان جنت میں اللہ عزوجل کے تقویٰ اور حسنِ خلق کی وجہ سے داخل ہونگے
(ترجمہ ختم)

جب انسان اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرلیتا ہے، اور برے اخلاق کو اپنے آپ سے بچالیتا ہے، تو اس کی برکت سے اسے تقویٰ کی نعمت بھی حاصل ہوجاتی ہے، اور اپنی زبان اور شرمگاہ پر بھی قابو حاصل ہوجاتا ہے۔

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ حسنِ خلق کامل ایمان اور جنت میں داخلہ کا باعث ہے، اور بدخلقی ایمان کے ناقص اور جنت میں داخل ہونے کا باعث ہے۔

یاد رکھئے کہ جس طرح ہمارے بہت سے افعال واعمال ظاہری اعضاء سے انجام پاتے ہیں اسی طرح عقائد کے علاوہ بہت سے اعمال دل اور نفس سے بھی تعلق رکھتے ہیں جن کو اعمالِ باطنہ کہا جاتا ہے۔ اور جس طرح ہمارے ظاہری افعال واعمال شریعت کی نظر میں کچھ اچھے اور پسندیدہ (فرض، واجب مسنون یا مستحب) ہیں اور کچھ ناپسندیدہ (حرام یا مکروہ) ہیں، اسی طرح باطنی اعمال بھی قرآن وسنت کی نظر میں کچھ اچھے اور پسندیدہ (فرض، واجب وغیرہ) ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں یہ اعمال اپنانے کا حکم فرمایا ہے، مثلاً تقویٰ، اللہ کی محبت، اخلاص، توکل، صبر وشکر، تواضع، خشوع، قناعت، بردباری وحلم، سخاوت، حیاء، رحم دلی وغیرہ۔

ان باطنی پسندیدہ اور اچھے اعمال کو ’’اخلاقِ حمیدہ‘‘ کہا جاتا ہے۔

اور کچھ باطنی اعمال قرآن وسنت کی نظر میں ناپسندیدہ اور برے (حرام وغیرہ) ہیں مثلاً تکبر، عجب، غرور، ریا، حُبِّ جاہ، حُبِّ مال، بخل، بزدلی، لالچ، دشمنی، حسد، کینہ، سنگدلی، بے جا غصہ، بے صبری و ناشکری وغیرہ، ان برے اعمال یعنی اخلاق سے اللہ ورسول نے ہمیں اپنے باطن کو پاک رکھنے کا حکم فرمایا ہے، ان باطنی، ناپسندیدہ اور بُرے اعمال کو ’’اخلاقِ رذیلہ‘‘ کہا جاتا ہے۔

ان تمام ظاہری وباطنی اعمال کے بارے میں قرآن وسنت میں ہدایات موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام ظاہری اعمال کا اچھا، بُرا ہونا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقبول اور مردود

ہونا باطنی اخلاق پر موقوف ہے مثلاً اخلاص اور دکھلاوا، یہ دل ہی کے دو متضاد اور ایک دوسرے کے بالمقابل اعمال ہیں، مگر ہمارے تمام ظاہری اعمال کا اچھا برا ہونا ان سے وابستہ ہے، کوئی بھی عبادت نماز، صدقہ، حج وغیرہ جو صرف دکھلاوے کے طور پر دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے لئے کی جائے وہ صحیح عبادت نہیں رہتی، اور تجارت ومزدوری جو اپنی اصل کے اعتبار سے دنیاداری کا کام ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے کی جائے تو یہی تجارت ومزدوری عبادت اور ثواب کا کام بن جاتی ہے۔ ایمان اور عقائد جن پر سارے اعمال کی قبولت کا دارومدار ہے دل ہی کا فعل ہیں اور ظاہر ہے کہ جتنے اعمال ہیں سب ایمان ہی کو مکمل کرنے کے لئے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود دل کی اصلاح ہے، دل کو بادشاہ ہونے کا مقام حاصل ہے اور جسم کے دوسرے اعضاء اس کے لشکر یا غلام ہیں، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلَااِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: **غور سے سن لو!** کہ بے شک آدمی کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوجاتا ہے تو تمام بدن صحیح ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام بدن تباہ ہوجاتا ہے، سن لو! وہ دل ہے (ترجمہ ختم)

اسی لئے تمام علماء وفقہاء کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ برے اخلاق سے بچنا اور اچھے اخلاق کا پیدا کرنا ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے (شامی)

اپنے اندر اخلاقِ حمیدہ (یعنی اچھے اخلاق) پیدا کرنے اور اخلاقِ رذیلہ (یعنی برے اخلاق) سے اپنے باطن کو پاک وصاف کرنے کو اصلاحِ نفس یا تزکیۂ نفس اور تزکیۂ اخلاق یا تہذیبِ اخلاق بھی کہا جاتا ہے۔

اور اگرچہ اپنے اندر اچھے اخلاق کے پیدا کرنے اور اپنے آپ کو برے اخلاق سے پاک کرنے کے لئے عادتاً کسی رہبر اور شیخِ کامل کا انتخاب ضروری ہے، تاہم اچھے اور برے اخلاق کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کو ویسے بھی ضروری ہے۔

اور ہماری بول چال میں آج کل خوش اخلاقی اس کو کہا جاتا ہے کہ دوسرے کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آیا جائے اور دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک و برتاؤ کیا جائے، اور اس کے برعکس دوسرے کے ساتھ غلط برتاؤ اور برا سلوک کرنے کو بداخلاقی کہا جاتا ہے، یہ دراصل اچھے اور برے اخلاق کی پوری حقیقت نہیں، اچھے اور برے اخلاق کی حقیقت پیچھے ذکر کی جاچکی ہے۔

مگر آج کل اخلاق نام صرف چاپلوسی؛ خوشامد اور میٹھی باتیں کرنے کا رہ گیا ہے، خواہ باطنی اخلاق کتنے ہی گندے کیوں نہ ہوں۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جب انسان کے اخلاق درست ہوجاتے ہیں، تو وہ دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک و برتاؤ اختیار کرتا ہے، اور برے اخلاق کی صورت میں دوسروں کے ساتھ برا سلوک و برتاؤ کرتا ہے، گویا کہ باطن کے اخلاق اچھے و برے ہونے کا ظہور ظاہری اعمال کے ذریعہ سے بھی ہوتا ہے، بشرطیکہ کوئی فاسد اور نفسانی غرض نہ ہو، ورنہ اس کو ظاہری رواداری اور چاپلوسی وغیرہ قرار دیا جائے گا۔

جیسا کہ کسی نے کہا ہے: ؎

الٰہی آبرو رکھنا بڑا نازک زمانہ ہے دلوں میں خار رکھتے ہیں بظاہر دوستانہ ہے

بزرگانِ دین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اچھے اور برے اخلاق کو جمع فرمادیا ہے، اور ان پر مفصل ومدلل کلام فرمایا ہے۔

آگے اچھے اور برے اخلاق کو الگ الگ کر کے ان کی ضروری تشریح اور تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

پہلے ان شاء اللہ تعالیٰ اخلاقِ حمیدہ (یعنی اچھے اخلاق) کا ذکر کیا جائے گا، اور اس کے بعد اخلاقِ رذیلہ (یعنی برے اخلاق) کا ذکر کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ حق بات کرنے اور سمجھنے اور عمل کرنے اور دوسروں تک صحیح طریقہ پر پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اَخلاقِ حمیدہ

یعنی اچھے اخلاق

اخلاقِ حمیدہ کو اخلاقِ حسنہ بھی کہا جاتا ہے، جس سے مراد اچھے اخلاق ہیں، ان کا تعلق انسان کے دل کے ساتھ ہے، اخلاقِ حمیدہ سے اپنے دل کو مزین وآراستہ کیا جاتا ہے۔

پہلے اچھے اخلاق کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کے بعد برے اخلاق کا ذکر کیا جائے گا۔

اخلاص

اخلاقِ حمیدہ وحسنہ میں سے ایک حسنِ خلق اخلاص ہے، جس کے مقابلہ میں رِیا کی بدخلقی ہے، جس کا ذکر آگے اخلاقِ رذیلہ میں آئے گا۔

اخلاص کا مطلب ہے کہ کسی بھی عمل کو انجام دیتے وقت اپنے دل میں صرف اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کا قصد وارادہ کرنا اور مخلوق کی خوشنودی اور رضامندی، یا اپنی کسی نفسانی خواہش کو شامل نہ ہونے دینا، چاہے کیسا ہی نیک کام ہو اور چاہے ذرا سا بھی کام ہو مگر اخلاص کے ساتھ ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں اور برکت عطا فرماتے ہیں۔

عمل میں جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب بڑھتا جائے گا۔

قرآن مجید میں اور بہت سی احادیث میں مسلمانوں کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کریں یعنی جو بھی نیکی کا کام کریں، صرف اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کی نیت سے کریں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو راضی اور خوش کرنے کے لئے اگر کوئی عمل کیا جائے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے،

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ(سورہ بینۃ آیت نمبر۵)

یعنی ان کو صرف اور صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کریں دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے، یکسو ہو کر (ترجمہ ختم)

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَـقْبَـلُ مِـنَ الْعَمَلِ اِلَّامَا کَانَ لَہٗ خَالِصاً وَابْتُغِیَ بِہٖ وَجْہُہٗ (سنن نسائی ،کتاب الجهاد،من غزا يلتمس الاجر والذكر)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کیا گیا ہو اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصد ہو‘‘ (ترجمہ ختم)

اور حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰـهَ تَـعَـالَى لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ خَالِصًا، وَلَا يَقْبَلُهُ إِذَا كَانَ خَالِصًا لَهُ إِلَّا عَلَى السُّنَّةِ(شعب الايمان للبيهقى)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ہو، اور اخلاص والا عمل بھی اس وقت تک قبول نہیں فرماتے، جب تک سنت کے مطابق نہ ہو‘‘ (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح عمل کا شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے، اسی طرح اخلاص کے ساتھ ہونا بھی ضروی ہے۔ [1]

اخلاص کے پیدا کرنے کا طریقہ اپنے اندر سے ریا کاری، اور تکبر کو نکالنا ہے کہ کوئی کام دنیا کی رضا اور لوگوں کو خوش کرنے کے لئے نہ کیا جائے۔

---

[1] وإنَّـما يتمُّ ذلک بأمرين :**أحدهما** :أنْ يـكـونَ الـعملُ في ظاهره على موافقةِ السُّنَّةِ ، وهذا هو الـذی تـضمَّنه حديثُ عائشة(مَنْ أحدَثَ فی أمرنا ما ليس منه فهو رَدٌّ)**والثانی** :أنْ يكونَ العملُ فی بـاطـنـه يُقْصَدُ به وجهُ الله -عز وجل -، كـمـا تضمَّنه حديث عمر) :(الأعـمالُ بالنِّيَّاتِ) . وقال الفضيلُ فی قوله تعالی :(لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً)، قال :أخلصُه وأصوبُه .وقال :إنَّ العملَ إذا كـان خـالـصـاً ، ولـم يـكن صواباً ، لم يقبل ، وإذا كان صواباً ، ولم يكن خالصاً ، لم يقبل حتّی يكونَ خـالصاً صواباً ، قال :والـخالصُ إذا كان لله -عز وجل -، والـصَّوابُ إذا كان علی السُّنَّة .وقد دلَّ على هذا الذی قاله الفضيلُ قولُ الله -عز وجل : -(فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلا يُشْـرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً).وقال بعضُ العارفينَ :إنَّـما تفاضَلُوا بالإرادات ،ولم يتفاضَلُوا بالصَّوم والصَّلاة (جامع العلوم والحكم لابنِ رجب ،الحديث الاول ، انما الاعمال بالنيات)

صبر

انسان کے اندر دو قوتیں ایسی ہیں، کہ ان میں سے ایک قوت اُس کو دین پر اُبھارتی ہے، اور دوسری قوت نفسانی خواہشات پر ابھارتی ہے۔ دین پر ابھارنے والی قوت کو نفسانی خواہشات ابھارنے والی قوت پر غالب کر دینے کا نام صبر ہے۔ انسان کو جو حالتیں پیش آتی ہیں خواہ وہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری وہ دو طرح کی ہوتی ہیں یا تو وہ طبیعت کے موافق ہوتی ہیں یا طبیعت کے خلاف۔

اگر وہ حالت طبیعت کے موافق نہ ہو بلکہ نفس کو ان سے گرانی اور ناگواری ہوتی ہو مثلاً حرام و ناجائز سے رکنا تو ایسی حالت کو یہ سمجھنا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے میری کوئی مصلحت رکھی ہے اور شکایت نہ کرنا۔ اور اگر وہ کوئی حکم ہے تو اس پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اگر وہ کوئی مصیبت ہے تو مضبوطی سے اس کو سہارنا اور پریشان نہ ہونا صبر کہلاتا ہے۔

صبر کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب و معیت اور مدد حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ (سورہ بقرہ ۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو بلاشبہ (حق تعالیٰ ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورۃ زمر آیت ۱۰)

ترجمہ: صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے بھرپور دیا جائے گا (ترجمہ ختم)

قرآن مجید میں ستر سے زیادہ مقامات پر صبر کا ذکر آیا ہے، جس سے صبر کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ:

”اَلْاِ یْمَانُ نِصْفَانِ فَنِصْفٌ فِی الصَّبْرِ وَنِصْفٌ فِی الشُّکْرِ“ (بیھقی فی الشعب)

ترجمہ: ”ایمان کے دو حصے ہیں؛ آدھا حصہ تو صبر ہے اور آدھا حصہ شکر ہے“ (ترجمہ ختم)

یعنی ایمان کی صحت اور سلامتی دو چیزوں پر موقوف ہے ایک صبر کرنے پر اور دوسرے شکر کرنے پر۔

اور ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

وَمَا أُعْطِیَ أَحَدٌ عَطَاءً خَیْرًا وَأَوْسَعَ مِنْ الصَّبْرِ (بخاری)

ترجمہ: اور کسی کو کوئی نعمت صبر سے زیادہ خیر اور وسعت والی عطا نہیں کی گئی (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ صبر سب نعمتوں میں زیادہ خیر اور وسعت والی نعمت ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صبر کی نعمت کے ہوتے ہوئے انسان کبھی تنگ نہیں پڑتا، اور اس کی زندگی پرسکون اور پُرعیش گزرتی ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَجَدْنَا خَیْرَ عَیْشِنَا بِالصَّبْرِ (بخاری)

یعنی ہم نے بہترین عیش صبر کے ساتھ پایا ہے (ترجمہ ختم) [۱]

صبر کی نعمت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بار بار سوچا کرے، اور ان کا دل و زبان سے شکر ادا کیا کرے۔

اور جو کام بھی انسان کی مرضی، چاہت اور سوچ کے خلاف ہو انسان اس پر

” اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ “

پڑھ لیا کرے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور مرضی پر راضی ہو جایا کرے۔

صبوری کشاید در کامِ جاں — کہ جز صابری نیست مفتاحِ آں

(صبر ہی زندگی کے مقاصد کا دروازہ کھولتی ہے۔ صبر کے علاوہ اس دروازے کی کوئی چابی نہیں ہے)

---

[۱] قولہ بالصبر كذا هو بالباء الموحدة وفى رواية الكشميهنى بحذف الباء فيكون منصوبا بنزع الخافض وقال بعضهم والأصل فى الصبر والباء بمعنى فى.قلت لا يحتاج إلى هذا والباء على حالها للإلصاق أى وجدنا ملتصقا بالصبر ويجوز أن تكون للاستعانة .وهذا الأثر رواه أحمد فى (كتاب الزهد) بسند صحيح عن مجاهد قال عمر رضى الله تعالى عنه وجدنا خير عيشنا الصبر (عمدة القارى، كتاب الرقاق، باب الصبر عن محارم الله)

شکر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اشْکُرُوْا لِیْ(سورہ بقرۃ آیت نمبر ۱۵۲) ''یعنی تم میرا شکر کیا کرو''

جو حالت طبیعت کے موافق ہو اس کو دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی حیثیت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کو گناہوں میں استعمال نہ کرنا شکر ہے۔

شکر کے آدھا ایمان ہونے کی حدیث پہلے گزر چکی ہے، اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ(سورہ ابراھیم آیت ۷)

اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں اور دونگا اور اگر ناشکری کروگے تو (یادرکھیں) میرا عذاب سخت ہے

مطلب یہ ہے کہ شکر کرنے کے نتیجہ میں جسمانی، روحانی، دنیاوی واخروی ہر قسم کی نعمتوں میں زیادتی اور ترقی ہوتی ہے اور ناشکری کے نتیجہ میں موجودہ نعمتوں میں کمی کردی جاتی ہے اور انسان کو نعمتوں اور رحمتوں سے محروم کردیا جاتا ہے۔

اپنے اندر شکر پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بار بار سوچا اور یاد کیا کرے اور ہر نعمت کو اس کی طرف سے جانے۔اور کثرت سے یا کم از کم صبح وشام ان کلمات کو پڑھا کرے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ [۱]

اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو کسی نہ کسی طرح یاد کرتا رہا کرے۔

ہر وہ جائز بات جس سے خوشی یا آرام حاصل ہو اس پر شکر کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے مثلاً اچھا کھانا سامنے آئے یا ہوا اچھی لگے یا بچہ کھیلتا ہوا اچھا لگے وغیرہ وغیرہ، اس سے دنیا میں سکون حاصل ہوگا اور آخرت میں ثواب۔اور اس کے نتیجہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی اور شکر کا درجہ حاصل ہوجائے گا۔

---

[۱] مَنْ قَالَ حِینَ یُصْبِحُ اللّٰھُمَّ مَا أَصْبَحَ بِی مِنْ نِعْمَۃٍ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لاَ شَرِیکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ .فَقَدْ أَدَّی شُکْرَ یَوْمِہِ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ حِینَ یُمْسِی فَقَدْ أَدَّی شُکْرَ لَیْلَتِہِ (ابوداوٗد)

تواضع وعاجزی

عاجزی جسے تواضع بھی کہا جاتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو دل سے کمتر وحقیر سمجھے، اپنے کو رفعت کا اہل نہ سمجھے اور سچ مچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے۔

عاجزی وتواضع کے مقابلہ میں تکبر اور عجب کی بد خلقی ہے، جس کا ذکر آگے اخلاقِ رذیلہ میں آئے گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا. اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ (سورۃ لقمان آیت نمبر ۱۸،۱۹)

(حضرت لقمان علیہ السلام نے یہ نصیحت کی کہ بیٹا) لوگوں سے اپنا رُخ نہ پھیر، اور زمین پر اترا کر نہ چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر (یعنی بے تکلف اور متوسط رفتار تواضع وسادگی کے ساتھ اختیار کر) اور (بولنے میں) اپنی آواز کو پست کر (یعنی گفتگو میں بھی عاجزی اور تواضع اختیار کر) (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں ہے کہ:

’’**طُوْبٰی لِمَنْ تَوَاضَعَ فِیْ غَیْرِ مَنْقَصَۃٍ**الخ‘‘ (طبرانی فی الکبیر والبیھقی فی السنن)

ترجمہ: اُس شخص کے لئے خوشی ہی خوشی ہے (ناکامی نہیں) جس نے تواضع اختیار کی (ترجمہ ختم)

اِس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ عاجزی وتواضع اختیار کرنے والے کو کبھی بھی ناکامی نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خوشی حاصل رہتی ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ الْجَنَّۃِ کُلُّ ضَعِیفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ النَّارِ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَکْبِرٍ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: کیا میں تمہیں جنت والوں کے بارے میں نہ بتلا دوں، ہر کمزور اور متواضع ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کوئی قسم اٹھالے، تو اللہ تعالیٰ اس کو ضروری پوری فرماتے ہیں، کیا میں تمہیں جہنم والوں کی خبر نہ دے دوں، ہر جھگڑالو؛ ہٹ دھرم اور متکبر ہے (ترجمہ ختم) [1]

ایک حدیثِ مبارکہ میں عاجزی و تواضع کی اہمیت اور فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ دَرَجَةً رَفَعَهُ اللّٰهُ دَرَجَةً حَتّٰى يَجْعَلَهُ فِي عِلِّيِّينَ وَمَنْ تَكَبَّرَ عَلَى اللّٰهِ دَرَجَةً وَضَعَهُ اللّٰهُ دَرَجَةً حَتّٰى يَجْعَلَهُ فِي أَسْفَلِ السَّافِلِينَ (مسند احمد)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے تواضع و عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتے ہیں یہاں تک کہ اُسے اعلیٰ علیین میں پہنچا دیتے ہیں اور جو کوئی تکبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ گھٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ اُسے اسفل السافلین میں پہنچا دیتے ہیں (ترجمہ ختم)

نیز اتفاق کی جڑ تواضع ہے جن دو شخصوں میں تواضع ہوگی ان میں نا اتفاقی نہیں ہوسکتی، تواضع میں جذب اور کشش کی خاصیت ہے متواضع کی طرف خود بخود کشش ہوتی ہے بشرطیکہ صحیح تواضع ہو۔

تواضع اور عاجزی جس کو فروتنی بھی کہتے ہیں کا اصل مرکز انسان کا دل ہے، اصل اور حقیقی تواضع تو دل ہی میں ہوتی ہے، اعضاء سے تو صرف اس کا اظہار ہوتا ہے۔

---

[1] والمراد بالضعيف من نفسه ضعيفة لتواضعه وضعف حاله فى الدنيا والمستضعف المحتقر لخموله فى الدنيا (فتح البارى ، لابنِ حجر، باب عتل بعد ذلک زنيم)

متضعف روى بكسر العين أى متواضع متذلل خامل وبفتحها .أى يستضعفه الناس ويحتقرونه ويجيرون ثنا عليه لضعف حاله فى الدنيا .عتل بضم العين والتاء وهو الجافى الشديد الخصومة بالباطل .جواظ بفتح الجيم وتشديد الواو وإعجام الظاء وهو الجموع المنوع (الديباج للسيوطى تحت حديث رقم ۲۸۴۹)

قوله لو أقسم أى لو حلف يمينا طمعا فى كرم الله بإبراره لأبره وقيل معناه لو دعاه لأجابه ....والمراد أن أغلب أهل الجنة هؤلاء كما أن أهل النار هؤلاء وليس المراد الاستيعاب فى الطرفين وحاصله أن كل ضعيف من أهل الجنة ولا يلزم العكس وكذلک أهل النار (عمدة القارى، كتاب الايمان والنذور، باب قول الله تعالى وأقسموا بالله جهد أيمانهم)

اگر دل میں عاجزی اور تواضع ہونے کی وجہ سے اعضاء سے خود بخود بلا تکلف تواضع کا اظہار ہو تو یہ حقیقی اور اصلی تواضع کا اثر ہے۔

اور اگر دل میں تکبر ہو مگر ظاہری اعضاء سے بتکلف تواضع کا اظہار کیا جائے تو یہ مصنوعی اور بناوٹی تواضع ہے، اور جس تواضع کی فضیلت وتاکید شریعت نے بیان کی ہے وہ حقیقی تواضع ہے نہ کہ رسمی اور مصنوعی تواضع، جیسا کہ بعض لوگ ظاہر میں اپنے آپ کو کمتر، حقیر وفقیر، ناکارہ اور سیاہ کار وغیرہ کہتے ہیں اور ساتھ ہی دل سے دوسروں کو اپنے سے حقیر وکمتر بھی سمجھتے ہیں۔

لہٰذا تواضع کی حقیقت اور اصلیت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، ایسا نہ ہو کہ صرف ظاہری طور پر تواضع والی شکل وصورت اختیار کر لی جائے یا پھر اپنے آپ کو متواضع سمجھ کر دوسروں کو اپنے سے کم درجے والا سمجھے، یہ وہ تواضع نہیں جس کی اسلام میں اہمیت اور فضیلت آئی ہے بلکہ یہ درپردہ تکبر اور گناہ ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے:

مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ (مسلم)

ترجمہ: جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ بلند فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اصل تواضع وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اختیار کی جائے کیونکہ حدیث میں ''لِلّٰہِ'' (اللہ کے لئے) کے الفاظ آئے ہیں، یعنی تواضع اختیار کرنے سے دنیا کی کوئی فاسد غرض نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر اپنے آپ کو دل سے کمتر اور حقیر سمجھنا ہو۔

اپنے اندر عاجزی وتواضع پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

اپنے آپ کو سب سے کمتر اور حقیر جانے اللہ تعالیٰ کی کبریائی ہر وقت پیش نظر رکھے، اور یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ کو تکبر سے نفرت ہے تو متکبر سے بھی ضرور نفرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ تواضع و عاجزی کو پسند فرماتے ہیں تو متواضع کو بھی پسند فرمائیں گے، اور اسی کے ساتھ اپنے عیبوں اور اپنی نالائقیوں کو سوچتا رہا کرے، اور دوسروں کی اچھائیوں اور بھلائیوں پر نظر رکھا کرے۔

محبت وشوق

اپنے دل میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کی محبت پیدا کرنا بھی اچھے اخلاق میں سے ایک خُلق ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں دنیا وغیرہ کی محبت بدخلقی کا مرض ہے، جس کا ذکر آگے اخلاقِ رذیلہ میں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ(سورة مائدة آيت نمبر ۵۴)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں‘‘ (ترجمہ ختم)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ(سورة بقرة آيت نمبر ۱۶۵)

ترجمہ: ’’یعنی ایمان والے اللہ تعالیٰ سے مضبوط محبت رکھتے ہیں‘‘ (ترجمہ ختم)

اور حضور ﷺ نے فرمایا:

ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ (بخارى، باب حلاوة الايمان) [1]

---

[1] حلاوة الإيمان أى لذته ورغبته زاد النسائى وطعمه وأوثرت الحلاوة لأنها أظهر اللذات الحسية وقد ورد إن حلاوة الإيمان إذا دخلت قلبا لا تخرج منه أبدا ففيه إشارة إلى بشارة حسن الخاتمة له وقيل معنى حلاوة الإيمان استلذاذا الطاعات وإيثارها على جميع الشهوات والمستلذات وتحمل المشاق فى مرضاة الله ورسوله وتجرع المرارات فى المصيبات والرضا بالقضاء فى جميع الحالات (مرقاة، كتاب الايمان)

(حلاوة الإيمان) أى التلذذ بالطاعة وتحمل المشقة فى رضى الله ورسوله وإيثار ذلك على عرض الدنيا وهذا استعارة بالكناية ثم شبه الإيمان بنحو العسل للجهة الجامعة وهو الالتذاذ فأطلق المشبه وأضاف إليه ما هو من خصائص المشبه به ولوازمه وهو الحلاوة على جهة التخييل وادعى بعض الصوفية أنها حلاوة حسية لأن القلب السليم من أمراض الغفلة والهوى يجد طعم الإيمان كذوق الفم طعم العسل يمكن كون الجملة الشرطية صفة لثلاث فيكون الخبر (فيض القدير تحت رقم حديث ۳۴۱۵)

ترجمہ: ”تین چیزیں جس کے اندر ہوں گی، وہ ایمان کی مٹھاس (اور اس کی لذت) کو پالے گا۔

ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو۔

دوسرے یہ کہ جس آدمی سے بھی محبت رکھے، وہ صرف اللہ کے لیے رکھے۔

اور تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے، جس طرح آگ میں گرنے کو ناپسند کرتا ہے“ (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اَسْأَلُکَ النَّظَرَ اِلٰی وَجْھِکَ وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِکَ (نسائی)

ترجمہ: ”یعنی یا اللہ میں آپ سے آپ کے وجہ مبارک کی زیارت اور آپ کی ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں“ (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کا (جو آخرت میں نیک بندوں کو نصیب ہوگی) اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہو۔

طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل و راغب ہونا جس سے لذت حاصل ہو، اُسے محبت کہتے ہیں۔

یہی میلان اگر قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت والی اور کوئی چیز نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہی سچی اور قوی محبت رکھنی چاہئے۔

محبت کی دو قسمیں ہیں:

(۱)......طبعی محبت **(۲)**......عقلی محبت

یہاں عقلی محبت سے مراد اپنی عقل کو اور طبعی محبت سے مراد اپنی طبیعت کو آخرت کی طرف متوجہ و مائل کرنا ہے۔

طبعی محبت اپنے اختیار اور قابو میں نہیں اس کا پیدا ہونا اور باقی رہنا اپنے اختیار سے باہر ہے، نیز غیر اختیاری چیز قائم دائم بھی نہیں رہتی۔

اس لیے طبعی محبت کا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں ہے، البتہ عقلی محبت کا پیدا کرنا اور اس کا باقی

رکھنا انسان کے اختیار میں ہے، اور یہ قائم دائم بھی رہتی ہے، اس لئے عقلی محبت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے اور یہ عقلی محبت طبعی محبت سے افضل اور راجح ہے۔

اور اس عقلی محبت کے ساتھ اعمال میں پابندی سے لگا رہے، تو یہی عقلی محبت ایک دن طبعی محبت تک پہنچا دیتی ہے، اور اعمالِ صالحہ کے نتیجے میں حاصل ہونے والی طبعی محبت میں قیام اور دوام بھی ہے، کیونکہ یہ مجاہدہ کے بعد مشاہدہ کا مقام ہے، جس میں شریعت طبعیت بن جاتی ہے، اور شریعت کے اعمال جو مجاہدہ کے مرحلے میں دوا کی حیثیت رکھتے تھے، اب وہ غذا بن جاتے ہیں، اور سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ کا مقامِ وصول گویا کہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو ہزاروں اور لاکھوں احسانات وانعامات اپنے اوپر ہیں ان کو سوچا کرے، اور اللہ تعالیٰ کے کمالات واوصاف کو یاد کیا کرے اور شریعت کے احکام پر عمل کیا کرے، اور یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرے۔

اور ممکن ہو تو اللہ والوں کی صحبت اختیار کیا کرے، ورنہ اُن کی تعلیمات کا مطالعہ کیا کرے۔

اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے گی۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی تو اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق اور انس بھی پیدا ہو جائے گا، جو کہ بڑی نعمت ہے۔

خوش آں دل کہ دارد تمنائے دوست　　　　خوش آں کس کہ در بند سودائے دوست

(اس دل کے کیا کہنے جو محبوبِ حقیقی یعنی حق تعالیٰ کے وصل کا متمنی ہے۔اس دل کے کیا کہنے جو محبوبِ حقیقی کے سودائے عشق میں گرفتار ہے)

خوش آں دل کہ شیدا است برروئے دوست　　　　خوش آں دل کہ شد منزلش کوئے دوست

(کیا خوب ہے وہ دل جو اس دوست کے روئے زیبا پر فدا ہے۔کیا خوب ہے وہ دل کہ یار کے کوچے کے بغیر وہ کسی منزل پر پڑاؤ ڈالنے کے لئے تیار نہیں)

خوف وخشیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَخَافُونِ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ(سورۃ آل عمران آیت ۱۷۵)

ترجمہ: اور تم مجھ ہی سے ڈرو؛ اگر تم مومن ہو (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَ اخْشَوْنِي(سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۵۰)

''یعنی مجھ ہی سے ڈرو''

خوف کا مطلب ہے دل میں کسی چیز کا ڈر پیدا ہونا، اور یہاں خوف سے مراد اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور آخرت کے عذاب کا ڈر ہے کہ انسان کو اپنے متعلق ڈر ہو کہ شاید مجھ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں، اور شاید مجھے آخرت میں عذاب ہو۔ [1]

---

[1] بعض اہلِ علم حضرات نے خوف وخشیت کو ایک دوسرے کے مترادف یعنی دونوں کو ایک معنیٰ والا قرار دیا ہے، جبکہ بعض حضرات نے خشیت کو خوف کے مقابلہ میں خاص قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ خشیت ایسے خوف کو کہا جاتا ہے؛ جس میں تعظیم موجود ہو، جبکہ خوف کے لئے تعظیم کا ہونا ضروری نہیں، لیکن ظاہر ہے کہ جب بندہ کے خوف کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی، تو اس سے وہی خوف مراد ہوگا؛ جس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم موجود ہو۔

والخوف والخشية مترادفان قال الشيخ أبو حامد فى الأحياء الخوف سوط الله تعالى يسوق به عباده إلى المواظبة على العلم والعمل لينالوا بهما رتبة القرب إلى الله تعالى اه فكل خوف لا يورث ما ذكر لم يكن خوفا حقيقا والتحقيق أن الخشية خوف مع التعظيم ولذا جرد عن معنى الخوف وأريد التعظيم فى قراء ة شاذة إنما يخشى الله من عباده العلماء برفع الجلالة ونصب العلماء (مرقاة ،كتاب الجهاد)

أى من اللـه عز وجل، قال الشيخ زكريا فى شرح الرسالة :هو فزع القلب من مكروه يناله أو من محبوب يفوته .وسببه تفكر العبد فى المخلوقات كتفكره فى تقصيره وإهماله وقلة مراقبته لما يرد عليه، وتفكره فيما ذكره الله عز وجل فى كتابه من إهلاک من خالفه وما أعدّ له فى الآخرة، وقد يعبر عن الخوف بالفزع والروع والرهبة والخيفة والخشية .(قال الله تعالى :(وإياى فارهبون) أى خافون خوفاً معه تحرز فيما تأتون وتذرون.(دليل الفالحين ،باب الخوف)

اور یہ ڈر مسلمانوں میں ہر ایک کو ہوتا ہے اور اسی کا حکم بھی دیا گیا ہے اور اسی کا بندہ کو مکلّف کیا گیا ہے اور یہ ایمان کے لیے شرط ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ(ترمذی عن ابنِ عباس)

ترجمہ: ’’دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے روئی، اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ دیا ہو‘‘ (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے:

لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ

(ترمذی عن ابی ہریرۃ وقال حَسَنٌ صَحِيحٌ ، نسائی،

ترجمہ: جہنم کی آگ میں وہ آدمی داخل نہیں ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رویا ہو، یہاں تک کہ دودھ اپنے تھن میں نہ لوٹ جائے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح تھن سے دودھ نکلنے کے بعد اس میں واپس لوٹنا مشکل ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رونے والے شخص کا جہنم میں داخل ہونا بھی مشکل ہے۔

مگر یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے امید اور حسنِ ظن بھی رکھنا چاہیے، اور حسبِ قدرت دونوں میں اعتدال ہونا چاہیے، جس کا ذکر آگے ’’رجاء وحسنِ ظن‘‘ کے بیان میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور آخرت کے عذاب کا اپنے دل میں خوف پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وبڑائی اور کبریائی اور اس کے قہر اور عذاب کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے؛ خاص طور پر کسی گناہ کے موقع پر اُس پر بیان کیے گئے عذاب اور وعیدوں کو یاد کیا کرے۔

انشاء اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے ایک نہ ایک دن خوف پیدا ہو جائے گا۔

توکُّل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورہ ابراهيم آيت نمبر ۱۱)

ترجمہ: اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (سورة زمر آيت ۳۸)

ترجمہ: آپ کہو کہ مجھے اللہ کافی ہے، اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سورة طلاق آيت ۳)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (بخاری) [1]

---

[1] لا يسترقون أى لا يطلبون الرقية مطلقا أو بغير الكلمات القرآنية والأسماء الصمدانية ولا يتطيرون أى ولا يتشاءمون بنحو الطير ولا يأخذون من الحيوانات والكلمات المسموعات علامة الشر والخير بل يقولون كما ورد اللهم لا طير إلا طيرک ولا خير إلا خيرک ولا إله غيرک اللهم ولا يأتى بالحسنات إلا أنت ولا يذهب بالسيئات إلا أنت وعلى ربهم يتوكلون أى فى جميع ما يفعلون ويتركون (مرقاة، باب التوكل والصبر)

قوله هم الذين لا يسترقون قال أبو الحسن القابسى يريد بالاسترقاء الذى كانوا يسترقون به فى الجاهلية وأما الاسترقاء بكتاب الله فقد فعله وأمر به وليس بمخرج عن التوكل (عمدة القارى، كتاب الطب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میری امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے، اور یہ وہ لوگ ہونگے جو نہ تو (خلافِ شرع) تعویذ وعملیات کرتے ہیں، اور نہ بدفالی میں مبتلا ہوتے ہیں، اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ ہر کام کو دل سے اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں اور ساتھ ہی شرعی اور دنیاوی صحیح تدابیر واسباب بھی اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرتے جائیں، شریعت کے اصول پیش نظر رکھ کر ہر کام میں اسباب کے ماتحت کوشش کریں، مگر اصل بھروسہ اور اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ہو، نہ کہ دنیا کے اسباب اور تدابیر پر۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات سے نظر ہٹا کر تدابیر پر اصل بھروسہ اور اعتماد کرنا توکل کے خلاف ہے، اسی طرح عام حالات میں تدابیر واسباب کو بالکل چھوڑ دینا بھی توکل کے خلاف ہے۔

دونوں چیزوں کو اپنے اپنے مقام پر رکھنے کا نام توکل ہے۔

توکل کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عنایتوں، وعدوں اور اپنی گذشتہ کامیابیوں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کو یاد کیا کرے اور بار بار سوچا کرے۔

اس عمل کو کرتے رہنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ توکل کی نعمت حاصل ہوجائے گی۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لا يسترقون ولا يكتوون لأن الرقية المأذون فيها هي ما كانت بما يفهم معناه ويجوز شرعا مع اعتقاد أنها لا تؤثر بذاتها بل بتقديره تعالى والمنهي عنها ما فقد فيها شرط من ذلك (فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ٩٧٦)

لا يسترقون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون لأن العرب كانت تعتقد تأثيرها وتقصد بها دفع المقادير المكتوبة عليهم فطلبوا دفع الأذى من غير الله تعالى وهكذا كان اعتقاد الجاهلية فلا يدخل في ذلك ما كان بأسماء الله وكلامه ولا من علقها بذكر تبركا بالله عالما أنه لا كاشف إلا الله فلا بأس به (فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ٢٠٠٢)

رضا بر قضا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (سورہ بینة آیت نمبر ۸)

ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے (ترجمہ ختم)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مِنۡ سَعَادَةِ ابۡنِ آدَمَ رِضَاہُ بِمَا قَضَی اللّٰہُ لَہٗ (ترمذی؛ مسند احمد)

ترجمہ: آدمی کی سعادت سے ہے راضی رہنا اُس پر جو اس کے لیے اللہ نے مقرر کر دیا ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے رضا بر قضا یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنے کے عمل کا بندے کے لیے سعادت ہونا معلوم ہوا۔ [1]

رضا کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شُدہ قضا و قدر پر اعتراض نہ کرے نہ دل سے نہ زبان سے۔

بعض اوقات رضاء کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی۔ پس اگر تکلیف کا احساس بھی نہ ہو تو وہ طبعی رضا ہے اور اگر تکلیف کا احساس باقی رہے تو عقلی رضا ہے۔ طبعی رضا ایک غیر اختیاری حالت ہے، جس کا بندہ مکلّف نہیں ہے اور عقلی رضا اختیاری چیز ہے، جس کا بندہ مکلّف ہے۔

رضا دراصل محبت کے آثار میں سے ہے، جب اللہ تعالیٰ سے سچی محبت پیدا ہوتی ہے، تو رضا کا مقام بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

رضا بر قضا کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ سوچا کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ پیش آتا ہے اس میں بندہ کا فائدہ ہی فائدہ ہے، خواہ مجھے سمجھ آئے یا نہ آئے، اس طرح شکایت و حکایت کا جذبہ ختم ہو جائے گا اور رضا بر قضا کی نعمت پیدا ہو جائے گی۔

---

[1] فالرضا بالقضاء باب الله الأعظم وهو من بين منازل السائرين موسوم بالمقام الأفخم (مرقاة، باب التوكل والصبر)

تفویض وتسلیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ (سورہ مؤمن آیت نمبر ۴۴)

ترجمہ: اور میں اپنا معاملہ اللہ کو تفویض کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے:

اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْکَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِیْ إِلَيْکَ (بخاری؛ مسلم)

ترجمہ: اے اللہ میں اپنے آپ کو آپ کے سپرد وحوالے کرتا ہوں، اور میں اپنے معاملے کو بھی آپ کے سپرد کرتا ہوں (ترجمہ ختم) [1]

تفویض وتسلیم کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں کہ جو وہ چاہیں تصرف کریں اپنے لئے کوئی حالت تجویز نہ کریں۔

اپنی طرف سے تجاویز قائم کرلینا، یہی تمام پریشانیوں کی جڑ ہے اور جب اپنے قائم کردہ نظام وتجویز کے خلاف واقع ہوتا ہے تو سخت تکلیف وبے چینی ہوتی ہے۔

تفویض وتسلیم کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر نظر نہ رکھیں! تدبیر تو کریں مگر نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں۔ تفویض کے معنیٰ تدبیر کو چھوڑنے کے نہیں ہیں بلکہ اسکے معنیٰ صرف یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر نظر نہ رکھیں۔

اور جن کاموں میں تدبیر اور تعلق کا کچھ دخل نہیں ان میں تو ابتداء ہی سے تفویض وتسلیم اختیار کریں، اپنے لئے کوئی نظام تجویز نہ کریں۔

---

[1] قوله وجهت وجهي أليک أی استسلمت كذا فسره وليس بوجه والأوجه أن يفسر أسلمت ذاتی إليک منقادة لک طالعة لحكمک لأن المراد من الوجه الذات قوله وفوضت من التفويض وهو التسليم (عمدة القاری، باب فضل من بات على الوضوء)

زُہد

زُہد کہتے ہیں کہ دل کا کسی چیز سے بے رغبت ہونا۔

اور اخلاقی شعبہ کے اعتبار سے زہد نام ہے دنیا کی رغبت چھوڑ کر آخرت کی طرف رغبت کرنے کا، کیونکہ آخرت دنیا سے بہتر ہے۔ ۱؎

زہد کے مقابلہ میں حبِ دنیا کی بدخلقی ہے، جس کا ذکر آگے اخلاقِ رذیلہ میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ (سورہ حدید آیت نمبر ۲۳)

ترجمہ: تاکہ (دنیا کی) جو چیز تم سے جاتی رہے، اس پر (ایسا) رنج نہ کرو (جو آخرت کی طلب ورغبت میں رُکاوٹ بن جائے) اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے، اس پر اِتراؤ نہیں (ترجمہ ختم)

زُہد دراصل وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے دل میں ڈالا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا سینہ کھُل جاتا ہے، اور اس پر یہ بات منکشف اور ظاہر ہو جاتی ہے کہ دنیا کا ساز وسامان مکھی کے پر سے بھی حقیر ہے اور آخرت ہی پائیدار اور بہتر ہے۔

اور جس وقت یہ نور حاصل ہو جاتا ہے تو اس حقیر دنیا کی آخرت کے مقابلہ میں اتنی بھی وقعت نہیں رہتی جتنی کہ بیش قیمت جواہر کے مقابلہ میں پھٹے پرانے چیتھڑے کی ہوا کرتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

أَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِالْيَقِينِ وَالزُّهْدِ، وَأَوَّلُ فَسَادِهَا بِالْبُخْلِ وَالْأَمَلِ

(شعب الایمان؛ معجم اوسط) ۲؎

۱؎ الزهد قريب من المحبة والشوق. محمد رضوان

۲؎ قال المنذری: رواه الطبرانی وفی إسناده احتمال للتحسين (الترغيب والترهيب للمنذری)
وقال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط ورجاله وثقوا على ضعف فی بعضهم. (مجمع الزوائد)

ترجمہ: ’’اس امت کی پہلی بہتری یقین اور زہد ہے، اور اول خرابی بخل اور لمبی امنگیں ہیں‘‘ (ترجمہ ختم)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

کُنْ فِی الدُّنْیَا کَأَنَّکَ غَرِیبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِیلٍ (بخاری عن ابنِ عمر)

ترجمہ: آپ دنیا میں اس طرح رہو، جس طرح اجنبی ہو یا راستہ سے گزرنے والے (ترجمہ ختم) [۱]

اور ایک حدیث میں ہے:

ازْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبَّکَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِیمَا فِی أَیْدِی النَّاسِ یُحِبُّوکَ (ابنِ ماجۃ عن سھل بن سعد) [۲]

ترجمہ: تم دنیا میں زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت) کو اختیار کرو، تم سے (اس کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ محبت فرمائیں گے، اور جو لوگوں کے ہاتھ میں (مال ودولت ہے؛ اس سے زہد (یعنی بے رغبتی واستغناء) اختیار کرو، تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے (ترجمہ ختم)

دنیا کے مال ودولت اور عہدوں سے بے رغبتی کرنے کے نتیجہ میں لوگوں کے محبت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ یہ ہماری دنیا میں مداخلت نہیں کرتا تو وہ ایسے شخص سے بغض وعناد نہیں

---

[۱] کن فی الدنیا کأنک غریب أی لا تمل إلیها فإنک مسافر عنها إلی الآخرة فلا تتخذها وطنا ولا تألف بمستلذاتها واعتزل عن الناس ومخالطتهم فإنک تفارقهم ولزم یدک اللازم ولا تحدث نفسک بطول البقاء فیها ولا تتعلق بما لا یتعلق به الغریب فی غیر وطنه ولا تشتغل فیها بما لا یشتغل به الغریب الذی یرید الذهاب إلی أهله ووطنه وأما حدیث حب الوطن من الإیمان فموضوع وإن کان معناه صحیحا لا سیما إذا حمل علی أن المراد بالوطن الجنة فإنها المسکن الأول أو عابر سبیل أو فیه للتخییر والإباحة والأحسن أن تکون بمعنی بل شبه الناسک السالک بالغریب الذی لیس له مسکن یأویه ثم ترقی وأضرب عنه بقوله أو عابر سبیل لأن الغریب قد یسکن فی بلاد الغربة ویقیم فیها بخلاف عابر السبیل القاصد للبلد الشاسع (مرقاة، کتاب الجنائز، باب تمنی الموت)

[۲] و جملة القول أن الحدیث صحیح بهذا الشاهد المرسل، و الطرق الموصولة المشار إلیها. و الله أعلم (السلسلة الصحیحة تحت حدیث رقم ۹۴۴ للالبانی)

رکھتے۔ [1]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض احباب کی طرف یہ تحریری پیغام بھیجا تھا کہ:

فَإِنِّیْ أُوصِیکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ، وَالزُّھْدِ فِی الدُّنْیَا، وَالرَّغْبَةِ فِیمَا عِنْدَ اللہِ، فَإِنَّکَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ أَحَبَّکَ اللّٰہُ لِرَغْبَتِکَ فِیمَا عِنْدَہٗ، وَأَحَبَّکَ النَّاسُ لِتَرْکِکَ لَھُمْ دُنْیَاھُمْ وَالسَّلَامُ (شعب الایمان)

ترجمہ: میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور دنیا میں زہد اختیار کرنے کی اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اُس کی رغبت کی وصیت کرتا ہوں؛ جب آپ یہ عمل کرلیں گے، تو اللہ تعالیٰ آپ کی رغبت کے لیے آپ کے لیے اُس چیز کو پسند فرمائیں گے، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اور لوگ آپ سے محبت کریں گے، آپ کے اُن کی دنیا کو چھوڑنے کی وجہ سے۔ فقط والسلام‘‘ (ترجمہ ختم)

زُہد کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے عیبوں اور کمزوریوں اور دنیا کے نقصانوں اور دنیا و مافیہا کے فناء ہونے کو اوراس کے مقابلہ میں آخرت کے فوائد و منافع اور آخرت اوراس کی نعمتوں کے باقی اور قائم ودائم رہنے کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

دلا گر قناعت بدست آوری — در اقلیمِ راحت کنی سروری

(اے دل اگر تو قناعت کی دولت کو پالے۔ تو سکھ وراحت کی سلطنت کا بادشاہ بن جائے گا)

ندارد خردمند از فقرِ عار — کہ باشد نبی راز فقرِ افتخار

(عقل مند آدمی فقر وغربت سے عار نہیں کرتا، کیونکہ نبی علیہ السلام نے فقر کو اپنے لئے سرمایۂ فخر قرار دیا ہے)

---

[1] قال ازھد فی الدنیا أی بترک حبھا والإعراض عن زوائدھا والإقبال علی الآخرة وعوائدھا یحبک اللہ أی لعدم محبتک عدو اللہ تعالی وھو بفتح الموحدة المشددة للجزم علی جواب الأمر وقیل مرفوع علی الاستئناف وازھد فیما عند الناس أی من المال والجاہ یحبک الناس لترکک محبوبھم وعدم المزاحمة علی مطلوبھم(مرقاة، کتاب الرقاق)

رجاوحسنِ ظن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ (سورہ زمر آیت نمبر ۵۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید مت ہو (ترجمہ ختم)

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

لَا تَايۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ. اِنَّهٗ لَا يَايۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ (سورہ یوسف آیت نمبر ۸۷)

ترجمہ: نااُمید مت ہو، اللہ کے فضل (اوراس کی رحمت) سے، بے شک اللہ کے فضل (اوراس کی رحمت) سے صرف کافر لوگ ہی نااُمید ہوتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

لا یَمُوتَنَّ أَحَدُکُمْ إِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (مسلم؛ ابوداؤد؛ ابنِ حبان)

ترجمہ: ''تم میں سے کسی کو موت نہ آئے مگراس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھتا ہو'' (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا ضروری ہے، اور بدگمانی رکھنا گناہ ہے۔ [۱]

اُمید کو شریعت کی زبان میں رجا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھے گمان کو حسنِ ظن کہا جاتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ومغفرت اور نعمت وجنت کے حاصل ہونے کی دل میں اللہ تعالیٰ

---

[۱] فحسن الظن باللہ فرض وسوء الظن بہ محظور منھی وکذلک سوء الظن بالمسلمین الذین ظاھرھم العدالة محظور مزجور عنہ ، وھو من الظن المحظور المنھی عنہ (احکام القرآن جصاص ،باب فی قضایاالبغاة)

من آفات القلب (سوء الظن باللہ تعالیٰ)بانہ لایغفر ذنبہ ولا یعطی اربہ (بریقةمحمودیة فی شرح طریقة محمدیة ،الباب الرابع والعشرون من آفات القلب سوء الظن باللہ تعالیٰ)

سے اُمید اور اچھا گمان رکھنا، اور ساتھ ہی نیک اعمال کر کے ان چیزوں کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ [1]

لہٰذا جو شخص رحمت و جنت کا منتظر رہے اور اس کے حاصل کرنے کے اسباب وتدابیر یعنی اعمالِ صالحہ، توبہ واستغفار وغیرہ کو اختیار نہ کرے اس کو اُمید ورجا حاصل نہیں، اور وہ دھوکہ میں ہے اور عمل کے بغیر اُمید ورجا کا منتظر رہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص کھیتی باڑی نہ کرے، اور غلہ پیدا ہونے کا منتظر رہے۔ اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خوف کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور ایمان دراصل ان دونوں کے مجموعے سے وجود میں آتا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

مَا اجْتَمَعَ الرَّجَاءُ وَالْخَوْفُ فِي قَلْبِ مُؤْمِنٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ الرَّجَاءَ وَأَمَّنَهُ الْخَوْفَ (شعب الایمان)

ترجمہ: جس مؤمن کے دل میں بھی امید اور خوف دونوں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے امید عطا فرماتے ہیں، اور اُسے خوف سے امن عطا فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ:

الرجاء قائد ، والخوف سائق ، والنفس حرون إن فتر قائدها صدت عن الطريق ، فلم تستقم لسائقها ، وإن فتر سائقها لم تتبع قائدها ، فإذا اجتمعا استقامت طوعا و كرها (الابانة الكبریٰ لابن بطة)

ترجمہ: امید قائد (آگے چلنے والی) ہے، اور خوف سائق (پیچھے سے ہنکانے والا) ہے، اور انسان کا نفس سواری ہے، اگر اس سواری کا قائد (یعنی امید کا عمل) ڈھیلا پڑ جائے تو نفس کی سواری راستے سے ہٹ جاتی ہے، اور اپنے قائد (یعنی آگے چلنے والے) کے ساتھ سیدھی نہیں چلتی، اور اگر سائق (یعنی پیچھے سے ہنکانے والا) کمزور

---

[1] أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الدُّنْيَا، قَالَ " :قَالَ رَجُلٌ مُصَابٌ وَكَانَتْ تَكُونُ مِنْهُ الْكَلِمَةُ بَعْدَ الْكَلِمَةِ :الرَّجَاءُ بِلَا عَمَلٍ اجْتِرَاءٌ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ " (شعب الایمان، الرجاء من اللہ)

پڑ جائے تو پھر ہنکانے والا اُس سواری کے پیچھے نہیں رہتا، اور جب قائد وسائق دونوں سواری کے آگے پیچھے مضبوطی کے ساتھ جمع رہیں، تو نفس کی سواری طوعاً وکرھاً (یعنی خواہی نخواہی) سیدھی چلتی ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ منزل تک پہنچنے کے لیے تنہا خوف بھی کافی نہیں، اور تنہا اُمید بھی کافی نہیں؛ بلکہ دونوں کی ضرورت ہے۔ ؎1

اور اللہ والوں نے یہ بھی فرمایا کہ جوان اور صحت مند انسان کو اُمید پر خوف کو غالب رکھنا چاہیے، اور کمزور اور بوڑھے انسان کو خوف پر امید کو غالب رکھنا چاہیے۔ ؎2

اُمید ورجا اور اللہ تعالیٰ سے دل میں حسنِ ظن پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت، اس کے فضل وکرم، اس کے احسانات اور عنایات کو سوچا کرے اور یاد کیا کرے۔

انشاء اللہ اس طریقہ سے رجاو اُمید اور حسنِ ظن پیدا ہو جائے گا۔

؎1 انفراد الخوف يقتضي القنوط وانفراد الرجاء لا يأمن المكر صاحبه فلا بد للسعادة من اجتماعهما ولذا قيل :الخوف والرجاء كالجناحين للسير إلى الله تعالى فلا يمكن السير إلا بهما.
قال الغزالي :وإذا كان مدار العبودية على أمرين القيام بالطاعة والانتهاء عن المعصية وذا لا يتم مع هذه النفس الأمارة إلا بترغيب وترهيب فإن الدابة الحرون تحتاج إلى قائد يقودها وسائق يسوقها ، وإذا وقفت في مهواة ربما تضررت من جانب ويلوح لها بالشعير من جانب حتى تنهض وتخلص ، فكذا النفس دابة حرون وقعت في مهواة الدنيا ، فالخوف سوطها وسائقها ، والرجاء شعيرها وقائدها ، فلذا يلزم العبد أن يشعر النفس بالخوف والرجاء وإلا فلا تساعده النفس الجموح على الطاعة ، فعليك بالتزام هذين معا يسهل عليك احتمال المشقة ، ولكن ينبغي غلبة الخوف على الرجاء في الصحة ليكثر العمل ، وفي المرض عكسه ، لأن الوفادة إلى ملك كريم ورب رؤوف رحيم (فيض القدير للمناوي، جزء۲ صفحه ۸۹)

؎2 السَّرِيَّ بْنَ الْمُغَلِّسِ، يَقُولُ " :الْخَوْفُ أَفْضَلُ مِنَ الرَّجَاءِ مَادام الرَّجُلُ صَحِيحًا، فَإِذَا نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ فَالرَّجَاءُ أَفْضَلُ مِنَ الْخَوْفِ "، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ :كَيْفَ يَا أَبَا الْحَسَنِ ؟ قَالَ " :لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ فِي صِحَّتِهِ مُحْسِنًا عَظُمَ رَجَاؤُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَحَسُنَ ظَنُّهُ بِرَبِّهِ، وَإِذَا كَانَ فِي صِحَّتِهِ مُسِيئًا سَاءَ ظَنُّهُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَمْ يَعْظُمْ رَجَاؤُهُ "قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ " :وَإِنَّمَا أَرَادَ بِهِ خَوْفًا يَمْنَعُهُ مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَيَحْمِلُهُ عَلَى طَاعَتِهِ حَتَّى إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ عَظُمَ رَجَاؤُهُ فِي رَحْمَةِ رَبِّهِ، وَكَثُرَ طَمَعُهُ فِي إِحْسَانِ اللهِ ثِقَةً مِنْهُ بِوَعْدِ اللهِ عَزَّ وَجَل......قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللهُ " :وَأَفْضَلُ الرَّجَاءِ مَا تَوَلَّدَ مِنْ مُجَاهَدَةِ النَّفْسِ وَمُجَانَبَةِ الْهَوَى (شعب الايمان، الرجاء من الله)

اَخلاقِ رذیلہ

یعنی برے اخلاق

اخلاقِ رذیلہ کو اخلاقِ سیئہ بھی کہا جاتا ہے، اور اس سے مراد باطن کے برے اخلاق ہیں، اخلاقِ رذیلہ کا تعلق انسان کے نفس کے ساتھ ہے، ان سے اپنے نفس کو پاک وصاف کیا جاتا ہے، جن کا آگے ذکر کیا جاتا ہے۔

ریا کاری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ۔ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْن۔ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُ وْنَ

(سورة ماعون آیت نمبر ۴تا۶)

ترجمہ: ''یعنی ویل اور بڑی ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں'' (ترجمہ ختم)

ریا کاری یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی عبادت اور نیک عمل کے ذریعہ سے وقعت ومنزلت کا طلبگار اور خواہش مند ہو۔

ریا کاری عبادت کے مقصد کے خلاف ہے کیونکہ عبادت کا مقصد تو صرف خالق کی رضامندی ہے اور ریا کاری میں مخلوق کی رضا وخوشنودی مقصد بن جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام شرک اصغر ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

''اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ'' (ابن ماجه) [1]

---

[1] ومعجم طبرانی کبیر، وبیهقی فی شعب الایمان، ومستدرک حاکم، وقال الحاکم: هذا حدیث صحیح. تعلیق الذهبی فی التلخیص: صحیح ولا علة له.

ترجمہ: ''بے شک تھوڑا سا ریا (دکھلاوا) بھی شرک ہے'' (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں ریا کاری کے فتنے کو دجال کے فتنے سے بھی زیادہ سخت بتلایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ قَالَ قُلْنَا بَلَى فَقَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّي فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ (ابن ماجة، مشكل الآثار للطحاوی) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت ہم آپس میں دجال کے بارے میں باتیں کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لیے دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟ ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ ضرور ارشاد فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ چُھپا ہوا شرک ہے (جس کی مثال یہ ہے) کہ آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو، اور نماز کو زیادہ بہتر طرح سے اس لیے پڑھے کہ کوئی دوسرا اس کو نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں ہے کہ:

مَنْ صَلَّى يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ (مسند احمد؛ معجم كبير طبرانی، حاكم، بزار)

ترجمہ: ''جس نے دوسروں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دوسروں کو دکھانے کے لئے روزہ رکھا اس نے بھی شرک کیا اور جس نے دوسروں کو دکھانے کے لئے صدقہ کیا اس نے بھی شرک کیا'' (ترجمہ ختم)

ریا کاری سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ حبِّ جاہ کو دل سے نکالیں کیونکہ ریاء اس کا حصہ ہے اور عبادت پوشیدہ طور پر لوگوں سے چھپ کر کیا کریں، یعنی وہ عبادت جو کہ جماعت سے نہیں اور جس عبادت کا اظہار ضروری ہے اس کے اندر ریاء کو دور کرنے کے لئے حب جاہ نکالنا کافی ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے

[1] قال الالبانی فی صحيح الترغيب والترهيب: حسن.

تکبّر

تکبر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ اور اچھا اور دوسروں کو اپنے مقابلہ میں کمتر وحقیر سمجھا جائے۔

تکبر سے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے یہ بہت بُرا مرض ہے اور یہ تمام باطنی امراض و بیماریوں کی جڑ ہے، تکبر ہی سے کفر پیدا ہوتا ہے، تکبر ہی سے شیطان گمراہ وتباہ ہوا، اسی لئے حدیث شریف میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (سورہ مؤمن آیت نمبر ۷۶)

ترجمہ: تکبر کرنے والوں کا بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے (ترجمہ ختم)

اور ارشاد ہے کہ:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (سورہ نحل آیت نمبر ۲۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے (ترجمہ ختم)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ (مسلم)

ترجمہ: ''جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا'' (ترجمہ ختم)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ إِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهٗ فِي النَّارِ (ابو داؤد، مسند احمد)

ترجمہ: ''اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ کبریائی میری چادر اور عظمت میری ازار (یعنی میری خاص صفات) ہیں، پس جو کوئی کسی ایک چیز میں بھی میرے ساتھ منازعت

کرے گا (یعنی اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا) تو میں اس کو آگ میں پھینک دوں گا‘‘ (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

أَلْقَيْتُهُ فِي جَهَنَّمَ (ابنِ ماجة، مسند احمد)

ترجمہ: میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا (ترجمہ ختم)

اور ایک تیسری روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

أَدْخَلْتُهُ جَهَنَّمَ (مسند احمد)

ترجمہ: میں اس کو جہنم میں داخل کر دوں گا (ترجمہ ختم) [1]

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ تکبر بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان مرد و عورت کو اس گناہ سے بچنا چاہئے۔

تکبر دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کیا کرے اور دوسروں کی اچھائیوں اور ان کے مقابلہ میں اپنی برائیوں اور عیبوں کو سوچا کرے، اور جس سے اپنے آپ کو افضل و بہتر سمجھتا ہے اس کے ساتھ تواضع اور تعظیم سے پیش آیا کرے اور دوسروں کے سامنے اس کی تعریف کیا کرے۔ اس عمل کو کرتے رہنے کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تکبر دور ہو جائے گا۔

---

[1] (قال الله تعالى الكبرياء ردائى والعظمة إزارى) أى أنه خاص صفتى فلا يليق إلا بى فالمنازع فيه منازع فى صفة من صفاتى فإذا كان الكبر على عباده لا يليق إلا به فمن تكبر على عباده فقد جنى عليه ذكره الغزالى.

قال الكلاباذى :الرداء عبارة عن الجمال والبهاء والإزار عبارة عن الجلال والستر والحجاب فكأنه قال لا تليق الكبرياء إلا بى لأن من دونى صفات الحدوث لازمة له وسمة العجز ظاهرة عليه والإزار عبارة عن الامتناع عن الإدراك والإحاطة به علما وكيفية لذاته وصفاته فكأنه قال حجبت خلقى عن إدراك ذاتى وكيفية صفاتى بالجلال والعظمة (فمن نازعنى واحدا منهما) أى جاذبنى إياه (قذفته) أى رميته وفى رواية أدخلته (فى النار)(فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۲۰۳۳)

عُجب

عُجب کے معنیٰ خود پسندی اور اِترانے کے ہیں اوراس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کوصاحبِ کمال اور بڑائی والاسمجھنا،اوراپنے کمال کواپنی طرف منسوب کرنااوراس کا خوف نہ ہونا کہ شاید یہ چھن جائے تکبراورعجب میں فرق یہ ہے کہ تکبر میں اپنے آپ کواچھا سمجھنے کے ساتھ دوسرے کواپنے مقابلے میں کمتروحقیر بھی سمجھا جاتا ہے، جبکہ عُجب میں دوسرے کوحقیر نہیں سمجھا جاتا،البتہ اپنے آپ کواچھااور بڑااورکمال والاسمجھا جاتا ہے۔

عجب اورخود پسندی بھی باطن کا سخت گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (سورہ حدید آیت نمبر ۲۳)

ترجمہ: اور جو چیز تم کوعطا فرمائی ہے،اس پر اِتراؤ نہیں؛ اوراللہ تعالیٰ (راحت وآرام یا مال ودولت پر) اِترانے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے (ترجمہ ختم)

اورایک مقام پرارشاد ہے:

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا (سورہ توبہ آیت نمبر ۲۵)

ترجمہ: جب تمہیں تمہاری کثرت نے عجب میں ڈال دیا، پھر تمہیں اُس سے کوئی فائدہ نہ ہوا (بلکہ نقصان ہوا) (ترجمہ ختم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین لوگوں سے اللہ تعالیٰ بغض فرماتے ہیں،ان میں سے ایک شخص کے بارے میں فرمایا:

اَلْفَخُوْرُ الْمُخْتَالُ وَأَنْتُمْ تَجِدُوْنَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ(إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ)(مسند احمد)

ترجمہ: ’’اترانے والا؛ فخر کرنے والا،اورتم اللہ عزوجل کی کتاب میں اس کا ذکر پاتے

ہو، کہ بے شک اللہ تعالیٰ اِترانے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے‘‘ (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں ہے:

ثَلَاثٌ مُنۡجِيَاتٌ، وَثَلَاثٌ مُهۡلِكَاتٌ، فَأَمَّا الۡمُنۡجِيَاتُ :فَتَقۡوَى اللهِ فِي السِّرِّ وَالۡعَلَانِيَةِ، وَالۡقَوۡلُ بِالۡحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسُّخۡطِ، وَالۡقَصۡدُ فِي الۡغِنَى وَالۡفَقۡرِ، وَأَمَّا الۡمُهۡلِكَاتِ :فَهَوًى مُتَّبَعٌ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَإِعۡجَابُ الۡمَرۡءِ بِنَفۡسِهِ، وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ (شعب الایمان عن ابی ہریرۃ واللفظ لہٗ، وعن انس، ومعجم اوسط طبرانی، وبزار عن انس، ومعجم طبرانی کبیر عن ابنِ عمر)

ترجمہ: تین چیزیں نجات دینے والی ہیں، اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں، پس تین چیزیں نجات دینے والی تو یہ ہیں، ایک خفیہ اور علانیہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا (یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت) اور دوسرے رضا اور ناراضگی (غصہ) کی حالت میں حق (وانصاف والا) کلمہ زبان سے کہنا، اور تیسرے امیری اور غریبی کی حالت میں میانہ روی اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں، ایک ایسی خواہش جس کی اتباع کی جائے، اور دوسرے ایسا بخل جس کی پیروی کی جائے، اور تیسرے آدمی کا اپنے آپ کو عجب میں مبتلا کرنا، اور یہ ان سب میں زیادہ شدید ہے (ترجمہ ختم)

عجب ایسی بُری چیز ہے کہ جس وقت کوئی انسان اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے، اور کسی کمال کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے، وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہوجاتا ہے۔

اس لئے عجب اور خود پسندی کے مرض سے بھی پناہ مانگنی چاہیئے، اور اس سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

چنانچہ اس خصلت میں قارون مبتلا ہوا تھا، جس نے مال ودولت کے حصول کو اپنا فن وہنر سمجھا تھا، اور اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا تھا، جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔

عجب اور خود پسندی کے دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے کمالات کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور عطیہ سمجھا کرے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو یاد کیا کرے اور ڈرا کرے کہ کہیں یہ نعمت چھن نہ جائے۔

حرص

دل کی توجہ اور میلان کا مال اور دنیا کے ساتھ مشغول ہو جانا حرص کہلاتا ہے۔

یہ مرض دراصل حبِ مال اور حبِ دنیا کے مرضوں سے پیدا ہوتا ہے۔

حرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے یہ ایسا مرض ہے کہ اس کو تمام مرضوں کی جڑ کہنا ہی مناسب ہوگا! کیونکہ اس کی وجہ سے تمام جھگڑے؛ فساد ہوتے ہیں اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اگر لوگوں میں مال کی حرص نہ ہوتو کوئی کسی کا حق نہ دبائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَامَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا.

(سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۳۱)

ترجمہ: ''اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف مت بڑھاؤ جس میں ہم نے نفع دیا ان کافروں کے مختلف گروہوں کو دنیا کی زندگانی کے آرائش کے طور پر'' (ترجمہ ختم)

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ حُبِّ الْعَيْشِ وَالْمَالِ (مسلم)

ترجمہ: ''بوڑھے انسان کا دل دو چیزوں کی محبت پر جوان رہتا ہے، ایک زندگی (عمر) کی محبت (وحرص) پر، اور دوسرے مال کی محبت (وحرص) پر'' (ترجمہ ختم)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيرِ شَابًّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي حُبِّ الدُّنْيَا وَطُولِ الْأَمَلِ (بخاری)

ترجمہ: بوڑھے انسان کا دل دو چیزوں میں (وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ) جوان ہوتا رہتا ہے، ایک دنیا کی محبت میں، اور دوسرے لمبی امنگوں میں (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى

اَلْعُمُرِ (مسلم، ترمذی، ابنِ ماجۃ)

ترجمہ: ''آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان ہوتی رہتی ہیں۔ ایک مال پر حرص کرنا، دوسرے عمر پر حرص کرنا'' (ترجمہ ختم)

حرص کا علاج یہ ہے کہ خرچ کو گھٹائیں تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کریں کہ کیا ہوگا اور یہ سوچیں کہ حریص وطامع شخص ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

اور دنیا کے مال ودولت کے فانی اور ختم ہونے کو اور اس کے مقابلہ میں آخرت اور جنت کی نعمتوں کے باقی رہنے کو سوچا کریں۔

ہر آنکس کہ دربندِ حرص اوفتاد دہد خرمنِ زندگانی بباد

(جو کوئی حرص کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کی جمع پونجی آندھی کی نظر کردیتا ہے)

گرفتم کہ اموالِ قاروں تراست ہمہ نعمتِ ربعِ مسکوں تراست

(میں نے مان لیا کہ چلو تو قارون کے خزانے کا بھی مالک ہوجائے۔ اور پورے زمین کا مال ودولت تیرے پاس جمع ہوجائے)

بخواہی شد آخر گرفتارِ خاک چو بے چارگاں بادل دردناک

(لیکن ایک دن بے سروسامانی کی حالت میں ڈوبتے دل کے ساتھ قبر میں جا لیٹے گا اور زمین کا پیوند ہوجائے گا)

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد کہ از بہرِ دنیا دہد دیں بباد

(اُس کو کبھی خوشی اور سکھ کا دن نہ ملے۔ جو دنیا کے چند ٹکوں کے بدلے دین کا سودا کرنے کے لیے تیار ہے)

جاہ وعہدہ کی محبت

حُبِّ جاہ جس سے مراد شہرت پسندی اور منصب وعہدے کی محبت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی خواہش کرنا تا کہ لوگ اس کی تعظیم وتوقیر، عزت واحترام اور اطاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ (سورہ قصص آیت نمبر ۸۳)

ترجمہ: وہ آخرت کا گھر ہم اُن لوگوں ہی کے لیے کریں گے، جو زمین میں اپنی بڑائی اور اُودھم مچانا نہیں چاہتے، اور (اچھا) انجام متقیوں ہی کے لیے ہے (ترجمہ ختم)

حُبِ جاہ اور شہرت پسندی کی برائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِی غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَی الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِیْنِهٖ (ترمذی، وقال حَسَنٌ صَحِیْحٌ، مسند احمد)

ترجمہ: ''دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اس گلہ کو اتنا تباہ نہیں کرتے کہ جتنا دو خصلتیں انسان کے دین کو نقصان پہنچاتی ہیں، ایک مال کی محبت، دوسرے اپنی عزت وجاہ کی محبت'' (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اگر دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں چلے جائیں، تو وہ بکریوں کے ریوڑ کو چیر پھاڑ کر ستیاناس کر دیتے ہیں، لیکن مال اور جاہ کی محبت دین کو اُن بھوکے بھیڑیوں سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مال اور عہدے کی محبت دین کے لیے بہت بڑے فساد کا باعث ہے۔

اور آج کے دَور میں یہی دونوں چیزیں عالَم کے امن وامان کو تباہ کر رہی ہیں۔

کسی طرف مال ودولت کا جھگڑا ہے، اور کسی طرف عہدے، اپنی عزت کو بڑھانے اور حکومت اور دوسروں پر زور چلانے اور دوسروں پر حکمرانی کا جھگڑا ہے۔

اور بھیڑ یا چیر پھاڑ کرنے والا جانور ہے، اور جو مال وجاہ کی محبت میں گرفتار ہو، وہ گویا کہ انسان کے بجائے جانور کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ [1]

حبِّ جاہ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ

یہ سوچا کرے کہ نہ تعظیم واطاعت کرنے والے رہیں گے اور نہ میں رہوں گا۔

پھر ایسی فانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے۔

اور معلوم نہیں کہ میرا آخرت میں کیا بنے گا۔ ؎

ہم یہاں ایسے رہے کہ ویسے رہے وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

اور یہ مرض عام طور پر چونکہ تکبر سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے تکبر کے گناہ پر جو شریعت کی تعلیمات ہیں، ان کو ملاحظہ کیا کرے۔

---

[1] (ما) بمعنى ليس (ذئبان) اسمها (جائعان) صفة له وفى رواية عاديان والعادى الظالم المتجاوز للحد (أرسلا فى غنم) الجملة فى محل رفع صفة (بأفسد) خبر ما والباء زائدة أى أشد فسادا والضمير فى (لها) للغنم واعتبر فيه الجنسية فلذا أنث وقوله (من حرص المرء) هو المفضل عليه لا اسم التفضيل (على المال) متعلق بحرص (الشرف) عطف على المال والمراد به الجاه والمنصب (لدينه) اللام فيه للبيان ، نحوها فى قوله * (لمن أراد أن يتم الرضاعة) * فكأنه قيل هنا بأفسد لأى شىء ؟ قيل لدينه ، ذكره الطيبى ، فمقصود الحديث أن الحرص على المال والشرف أكثر إفسادا للدين من إفساد الذئبين للغنم لأن ذلك الأشر والبطر يستفز صاحبه ويأخذ به إلى ما يضره وذلك مذموم لاستدعائه العلو فى الأرض والفساد المذمومين شرعا ، قال الحكيم :وضع الله الحرص فى هذه الأمة ثم زمه فى المؤمنين بزمام التوحيد واليقين وقطع علائق الحرص بنور السبحات فمن كان حظه من نور اليقين ونور السبحات أوفر كان وثاق حرصه أوثق والحرص يحتاجه الآدمى لكن بقدر معلوم وإذا لم يكن لحرصه وثاق وهبت رياحه استفزت النفس فتعدى القدر المحتاج إليه فأفسد وعرف بعضهم الحرص بأنه مدد القوة الموضوعة فى الآدمى ومثيرها وعمادها .(فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۷۹۰۸)

مال کی محبت اور بخل

مال کی محبت خود ایک مرض ہے، اور اس سے بخل کا مرض پیدا ہوتا ہے، اور بخل کے معنٰی کنجوسی کے ہیں، اور جو بخل و کنجوسی شریعت کی نظر میں بُری چیز ہے، وہ وہ ہے جو زکوٰۃ اور واجبی و نفلی صدقات اور دوسرے نیک کاموں میں خرچ کرنے سے رکاوٹ بنے اور اگر رکاوٹ نہ بنے بلکہ برے کاموں میں خرچ کرنے سے رکاوٹ بنے تو وہ شریعت کی نظر میں بُری چیز نہیں بلکہ اچھی چیز ہے (اور اس کو بخل کے بجائے کفایت شعاری کہا جاتا ہے، اگرچہ یہ صورتاً بخل کی طرح معلوم ہوتی ہے)

بخل ایک بہت بڑا مرض ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ. بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ. سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ(سورة نسآء آيت نمبر ۱۸۰)

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمت میں بخل کرتے ہیں وہ اس کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لئے نہایت بُرا ہے کیونکہ جس میں بخل کریں گے اس کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا'' (ترجمہ ختم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَنَّهُ تَعَوَّذَ مِنْ أَشْيَاءَ ذَكَرَهَا وَالْبُخْلِ(مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جن چیزوں سے پناہ چاہا کرتے تھے، ان میں سے ایک بخل ہے (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں ہے:

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللَّهِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ عَالِمٍ بَخِيلٍ(ترمذی، شعب الايمان عن ابی هريرة ،معجم اوسط طبرانی ،وشعب الايمان عن عائشة،شعب الايمان

عن جابر بن عبداللہ)

ترجمہ: سخی انسان اللہ تعالیٰ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے، اور بخیل و کنجوس انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، اور جہنم سے قریب ہے، اور سخی جاہل اللہ عزوجل کو بخیل عالم سے زیادہ پسند ہے (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ اور لوگوں سے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کی نظروں میں وہ محبوب وعزیز ہے، اور دور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذلیل اور خوار ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ خِبٌّ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا بَخِیلٌ (ترمذی؛ مسند احمد)

ترجمہ: جنت میں دھوکے باز اور احسان جتلانے والا اور بخیل داخل نہ ہوں گے۔

کنجوسی اور بخل کا مرض مال کی محبت سے پیدا ہوتا ہے اور مال کی محبت دل کو دنیا کی طرف متوجہ کر دیتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا تعلق کمزور ہو جاتا ہے اور بخیل مرتے وقت حسرت بھری نگاہوں سے اپنا جمع کیا ہوا مال دیکھتا اور جبراً وقہراً آخرت کا سفر کرتا ہے اس لئے اس درجہ کی محبت بھی بُری ہوئی۔ مال کی محبت اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے احکام سے غافل بنا دیتی ہے۔

مال کی محبت، بخل اور کنجوسی کے مہلک مرض کا علاج اور طریقہ یہ ہے کہ نفس پر جبر کرے اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کی بہ تکلف عادت ڈالے، ضرورتوں کے وقت خرچ کرنے کی خوبی وتصور باندھ کر اتنا زور ڈالے کہ خرچ کرنے کی رغبت ہونے لگے۔

بخیل ار چہ باشد تونگر بمال ـــــ بخواری چو مفلس خورد گوشمال

(بخیل کو اگرچہ مال ودولت کے ذریعے مال داری بھی حاصل ہو جائے، لیکن اس بخل کی وجہ سے مفلس ذلیل وخوار ہی رہتا ہے)

بخیل ار بود زاہدِ بحر و بر ـــــ بہشتی نباشد بحکمِ خبر

(بخیل اگرچہ دنیا کا سب سے بڑا زاہد اور درویش بھی بن جائے۔ از روئے روایت وہ جنّتی نہ ہوگا)

دنیا کی محبت

حبِ مال یعنی مال کی محبت میں تو صرف مال و دولت کی دل میں بے جا محبت قائم ہوتی ہے، اور حبِ دنیا یعنی دنیا کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے تمام جھگڑوں، بکھیڑوں اور مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ ایسا تعلق قائم رکھا جائے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے تعلق میں کمزوری پیدا کرے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (سورہ حدید آیت نمبر ۲۰)

ترجمہ: یعنی دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (سورہ توبہ، آیت نمبر ۲۴)

ترجمہ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور وہ تجارت جس میں نقصان کا تم کو ڈر ہے، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم منتظر رہو؛ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں، اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر دنیا کی محبت اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے زیادہ ہو، تو یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، اور اس پر عذاب اور وبال کا ڈر ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت تمام روحانی بیماریوں کی جڑ ہے۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ:

يُوشَكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا .فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهَنَ .فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهَنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ (ابوداؤد، مسند احمد، دلائل النبوة للبيهقی)

ترجمہ: ’’وہ وقت قریب ہے کہ جب تمام کافر قومیں تمہارے مٹانے کے لیے (مل کر سازشیں کریں گی اور) ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے دسترخوان پر کھانا کھانے والے (لذیذ) کھانے کی طرف ایک دوسرے کو بُلاتے ہیں، کسی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہماری تعداد میں کمی کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہوگا؟ حضورﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت ہوگے، البتہ تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ناکارہ ہوگے، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب اور دبدبہ نکال دیں گے اور تمہارے دِلوں میں ’’بزدلی‘‘ ڈال دیں گے، کسی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! بُزدلی سے کیا مُراد ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت‘‘ (ترجمہ ختم)

دنیا کی محبت کو دل سے نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے فنا اور ختم ہونے کو سوچا کرے، کہ ایک نہ ایک دن یہ دنیا ختم ہو جائے گی یہ چیز باقی رہنے والی نہیں ہے اس میں فنا ہی فنا ہے اور جس میں فناء ہی فناء ہے وہ محبت کرنے کے قابل نہیں موت کو کثرت سے یاد کیا کرے اور دل میں دنیا کے لمبے لمبے منصوبے نہ باندھا کرے، اور نہ دنیا کے زیادہ بکھیڑے جمع کیا کرے، بس بقدرِ ضرورت سامان رکھا کرے۔

اور دنیا کی محبت کیونکہ زہد کے خلاف ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت وشوق کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے (اور ان دونوں کا ذکر پیچھے اخلاقِ حمیدہ میں گزر چکا ہے) اس لئے اپنے اندر اللہ تعالیٰ اور آخرت کی محبت وشوق اور زہد کے پیدا کرنے سے بھی دنیا کی محبت دور ہو جاتی ہے۔

غُصَّہ

دوسرے سے بدلہ وانتقام لینے کے لئے دل کے خون کا جوش مارنا غصہ کہلاتا ہے، اس کو ضبط کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

غصہ کو ضبط کرنے اور پینے والے کی اللہ تعالیٰ اس طرح تعریف فرماتے ہیں کہ:

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ. وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۳۴)

ترجمہ: ''غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی قصوروں سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے'' (ترجمہ ختم)

اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ إِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِی یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: بڑا پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں جو لوگوں کو مقابلہ میں شکست دے دے بلکہ قوی اور پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (ترجمہ ختم)

یاد رکھئے کہ غصہ کا خود سے آجانا اور بغیر استعمال کے جلدی واپس چلے جانا برا نہیں، بلکہ اس کا قائم رہنا اور اس سے مغلوب ہو کر غصہ کا استعمال کرنا برا ہے۔ [1]

ایک حدیث میں ہے کہ:

أَلَا إِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَۃٌ تُوْقَدُ فِی جَوْفِ ابْنِ آدَمَ أَلَا تَرَوْنَ إِلَی حُمْرَۃِ عَیْنَیْہِ

---

[1] وفیہ إشارۃ إلی أن الإنسان خلق فیہ جمیع الأخلاق المرضیۃ والدنیۃ وأن کمالہ أن تغلب لہ الصفات الحمیدۃ علی الذمیمۃ لا أنہا تکون معدومۃ فیہ بالکلیۃ وإلیہ الإشارۃ بقولہ تعالی والکاظمین الغیظ آل عمران حیث لم یقل والعادمین إذ أصل الخلق لا یتغیر ولا یتبدل ولذا ورد ولو سمعتم أن جبلا زال عن مکانہ فصدقوہ وإن سمعتم أن رجلا تغیر عن خلقہ أی الأصلی فلا تصدقوہ (مرقاۃ، کتاب الاداب، باب الامر بالمعروف)

وَانۡتِفَاخِ أَوۡدَاجِهِ فَإِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمۡ شَيۡئًا مِنۡ ذَلِكَ فَالۡأَرۡضَ الۡأَرۡضَ أَلَا إِنَّ خَيۡرَ الرِّجَالِ مَنۡ كَانَ بَطِيءَ الۡغَضَبِ سَرِيعَ الرِّضَا وَشَرَّ الرِّجَالِ مَنۡ كَانَ سَرِيعَ الۡغَضَبِ بَطِيءَ الرِّضَا فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ بَطِيءَ الۡغَضَبِ بَطِيءَ الۡفَيۡءِ وَسَرِيعَ الۡغَضَبِ وَسَرِيعَ الۡفَيۡءِ فَإِنَّهَا بِهَا (مسند احمد، مسند موصلی، مسند طيالسی عن ابی سعيدخدری)

ترجمہ: خبردار ہوجاؤ کہ غصہ بنی آدم کے پیٹ (یعنی دل) میں ایک سلگتی ہوئی چنگاری ہے، کیا آپ غصہ میں مبتلا انسان کی آنکھوں کی سرخی اور اس کی رگوں کے پھولنے کو نہیں دیکھتے۔

پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ وہ زمین کے جتنا ممکن ہو قریب ہوجائے (یعنی کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے؛ اور بیٹھا ہوا ہو تو لیٹ جائے)

یادرکھو کہ آدمیوں میں بہترین آدمی وہ ہوتا ہے جس کو غصہ دیر سے آتا ہے، اور جلدی چلا جاتا ہے، اور آدمیوں میں بدترین وہ ہوتا ہے جس کو جلدی غصہ آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے، اور جس آدمی کو دیر سے غصہ آتا ہے، اور دیر سے جاتا ہے، اور جلدی آتا ہے اور جلدی جاتا ہے تو یہ ایک دوسرے کے مقابل ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ غصہ آنے اور جانے کے اعتبار سے انسان چار قسم کے ہوتے ہیں، اور ان میں سے ایک تو اچھائی کا مستحق ہے، اور دوسرا برائی کا مستحق ہے، اور تیسرے اور چوتھے برابر سرابر ہیں، نہ برائی کے مستحق ہیں، اور نہ اچھائی کے، کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں ایک اچھائی ہے، تو دوسری اس کے مقابلہ میں برائی ہے، اس لئے دونوں کا معاملہ برابر سرابر ہے۔ [1]

اور ایک حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَإِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمۡ ذَلِكَ فَلۡيَجۡلِسۡ أَوۡ قَالَ فَلۡيَلۡصَقۡ

---

[1] والتقسيم بمقتضى العقل رباعى لا خامس له (مرقاة، كتاب الآداب، باب الامر بالمعروف)
فإذا كان الرجل بطئ الغضب بطى الفئ) أى الرجوع (وسريع الغضب سريع الفئ فإنها بها) أى فإن إحدى الخصلتين تقابل الأخرى فلا يستحق مدحا ولا ذما(فيض القدير للمناوى)

بِالْأَرْضِ (مسند احمد، ترمذی، وقال حَسَنٌ صَحِيحٌ)

ترجمہ: پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے، یا یہ فرمایا کہ زمین کے ساتھ مل جائے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے غصہ کے نقصان سے بچنے کا ایک علاج یہ معلوم ہوا کہ غصہ کے وقت انسان کھڑا ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہوا ہو تو لیٹ جائے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے اسی کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ (ابو داؤد، مسند احمد، شعب الايمان، صحيح ابنِ حبان) [۱]

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے، اور وہ کھڑا ہوا ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے، اگر غصہ چلا جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے چاہئے کہ لیٹ جائے (ترجمہ ختم)

غصہ شیطان کی جانب سے ہوتا ہے، جو آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، اس لئے مٹی کے قریب ہونا غصہ کے دور ہونے میں مؤثر ہے۔

نیز آگ کی خاصیت اوپر کو جانا ہے، جس میں تکبر اور تعلّی پائی جاتی ہے، اور مٹی کی خاصیت نیچے کو آنا ہے، جس میں تواضع اور عاجزی پائی جاتی ہے۔

اس لئے غصہ جو تکبر اور تعلّی سے پیدا ہوتا ہے، اس کا علاج تواضع اور عاجزی کی حالت سے تجویز کیا گیا ہے۔ [۲]

---

[۱] قال الهيثمي:
رَوَاهُ أَحْمَدُ ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ (مجمع الزوائد)

[۲] إذا غضب أحدكم أى ظهر أثر غضبه على أحد وهو قائم فليجلس لأن المعالجة بالأضداد والقوة الغضبية الناشئة من الوسوسة الشيطانية تقتضى الخفة والتعلية التى من خواص النار والقيام لأجل الانتقام فمخالفته بالجلوس المشير إلى القعود عن الفتنة نافعة جدا فإن ذهب عند الغضب أى أثر حرارته وقوة مرارته بالجلوس فيها ونعمت وإلا أى وإن لم يذهب به فليضطجع مبالغة فى المعالجة المذكورة ما فيه من الإشارة إلى رجوع الإنسان إلى مأخذه من التربة المناسبة للتواضع فى مقابلة عمل الشيطان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضورﷺ نے ایک موقع پر غصہ پینے کی فضیلت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ اللَّهُ مِنَ الْحُورِ مَا شَاءَ (ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجة، مسند احمد، قال الألباني :صحیح)

ترجمہ: جس نے غصہ کو پی لیا، جبکہ وہ غصہ کے تقاضا پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا تھا، تو اس کو اللہ عزوجل قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے بلا کر من پسند کی حور کو حاصل کرنے کا اختیار دیں گے (ترجمہ ختم)

غصہ کے تقاضا پر عمل کرنے کی قدرت ہوتے ہوئے اس کو پی جانے والے کے لئے یہ عظیم الشان فضیلت ہے۔

غصہ کے نقصان سے بچنے کے لئے حضورﷺ نے ایک علاج یہ تجویز فرمایا ہے کہ غصہ کے وقت:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

پڑھ لیا کریں (ترمذی)

اور غصہ کے نقصان سے بچنے کا ایک علاج آپﷺ نے یہ بتلایا کہ غصہ کے وقت وضو کر لیا جائے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بمقتضى جبليته من الشعلة النارية المقتضية للتكبر وكل شيء يرجع إلى أصله هذا وفى شرح السنة إنما أمره بالقعود والاضطجاع لئلا يحصل منه فى حال غضبه ما يندم عليه فإن المضطجع أبعد من الحركة والبطش من القاعد والقاعد من القائم وقال الطيبى لعله أراد به التواضع والخفض لأن الغضب منشؤه التكبر والترفع قلت لا منع من الجمع فإن كلامه منبع الحكم والله أعلم ثم يحتمل أن يكون هذا الصنيع منه قبل الوضوء وهو الظاهر وأن يكون بعده إن لم يذهب الغضب والله أعلم بالسرائر (مرقاة، كتاب الاداب،باب الغضب والكبر)

فليضطجع أى تواضعا لله وإظهار العجزة عنه وليتلبد بالأرض أى ليلتصق ويلتزق بها حال اضطجاعه أو يزيد عليه بالتمرغ فى ترابها حتى يسكن غضبه وإنما أمر به لما فيه من الضعة عن الإستعلاء وتذكار ان من كان أصله من التراب لا يستحق أن يتكبر ويتجبر على الأصحاب وأن الأنانية الناشئة عن غلبة العنصر النارية من صفة الشيطان وما يترتب عليها من الإفساد وأن الإنسان خلق من تراب يقتضى التواضع والتحمل وسائر ما يقتضى صلاح العباد والمعاد (مرقاة، كتاب الاداب، باب الامر بالمعروف)

چنانچہ فرمایا:

إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ (ابو داؤد، مسند احمد، معجم طبرانی کبیر، شعب الایمان)

ترجمہ: غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے، اس لئے جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ وہ وضو کرلے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کے استعمال کرنے سے غصہ دور ہوجاتا ہے۔

اگر کوئی پورا وضو نہ کرسکے تو پانی پی لے؛ اس سے بھی غصہ دور ہوجاتا ہے۔

اس کے علاوہ جس پر غصہ آرہا ہو اس کا الگ ہوجانا، یا اس سے خود اپنے آپ کو الگ کرلینا بھی غصہ کے چلے جانے میں مفید ہے۔

اور اللہ والوں نے غصہ کے مستقل علاج کا ایک طریقہ یہ بتلایا ہے کہ وقتاً فوقتاً یہ یاد کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ پر اس سے زیادہ قدرت ہے جتنی کہ مجھے دوسرے پر قدرت ہے، اور میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہوں اگر وہ بھی مجھ سے یہی معاملہ کریں تو کیا بنے گا؟

اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر کچھ واقع نہیں ہوتا، جو کچھ ہوا سو ہوا، میں کیا چیز ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت سے مقابلہ کروں۔

حسد

کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا اور یہ آرزو کرنا کہ اس کی یہ اچھی حالت ختم ہوجائے، یہ حسد کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کی اس طرح تعلیم فرمائی ہے:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (سورۃ فلق آیت نمبر ۵)

ترجمہ: ''اور (میں پناہ چاہتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے'' (ترجمہ ختم)

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الْحَسَدَ يُطْفِئُ نُورَ الْحَسَنَاتِ (ابوداؤد، مسند ابویعلیٰ) [۱]

ترجمہ: بے شک حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

(ابوداؤد، ابنِ ماجۃ)

ترجمہ: حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے کہ جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو جلا دیتی ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

وَلَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ الْإِيمَانُ وَالْحَسَدُ (نسائی، معجم طبرانی کبیر)

---

[۱] قال البوصیری:
هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ (اتحاف الخيرة المهرة، كتاب النكاح)
وقال الهيثمي:
رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الْعَمْيَاءِ ، وَهُوَ ثِقَةٌ (مجمع الزوائد)

ترجمہ: بندے کے دل میں دو چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں رہ سکتیں، ایک ایمان اور دوسرے حسد (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ حسد نہ کیا جائے، لہٰذا حسد کا ایمان سے تعلق نہیں، اور اس سے ایمان کمزور ہوتا رہتا ہے۔

حسد دراصل ایک ایسا باطنی مرض ہے کہ جس میں دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

"ثَلاثٌ لازِمَاتٌ لأُمَّتِي :الطِّيَرَةُ ، وَالْحَسَدُ ، وَسُوءُ الظَّنِّ "، فَقَالَ رَجُلٌ :مَا يُذْهِبُهُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِمَّنْ هُوَ فِيهِ ؟ قَالَ " :إِذَا حَسَدْتَ فَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ، وَإِذَا ظَنَنْتَ فَلا تُحَقِّقْ ، وَإِذَا تَطَيَّرْتَ فَامْضِ ." (معجم طبرانی کبیر، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم)

ترجمہ: تین چیزیں میری امت میں لازمی طور پر پیش آئیں گی، ایک بدفالی، دوسری حسد اور تیسری بدگمانی۔

ایک شخص نے معلوم کیا کہ اللہ کے رسول جس کے اندر یہ امراض ہوں، وہ ان کو کس طرح دور کرے؟

تو آپ نے فرمایا کہ: جب آپ کو کسی سے حسد پیدا ہو تو آپ استغفار کرو، اور جب کسی پر بدگمانی ہو تو اس کا تجسس نہ کرو (اور دل میں اُس کو پختگی سے نہ بٹھاؤ) اور جب بدفالی کا تقاضا ہو تو اس سے اپنی توجہ ہٹا کر گزر جاؤ (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں تین چیزوں کو گناہ بتلایا گیا ہے، ایک بدفالی، دوسرے حسد اور تیسرے بدگمانی۔

اور ان تینوں چیزوں کا تعلق انسان کے باطن سے ہے۔ [1]

---

[1] (ثلاث لازمات) أى ثابتات دائمات (لأمتى سوء الظن) بالناس بأن لا يظن بهم الخير (والحسد) لذوى النعم على ما منحهم الله تعالى (والطيرة) بكسر الطاء وفتح الياء وقد تسكن التشاؤم فقال ما يذهبهن يا رسول الله ؟ فقال :(فإذا ظننت فلا تحقق) الظن وتعمل بمقتضاه بل توقف عن القطع به والعمل بموجبه (وإذا حسدت فاستغفر الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت اسماعیل بن امیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

ثَلاثَةٌ لَا يُعْجِزُهُنَّ ابْنُ آدَمَ :الطِّيَرَةُ ، وَسُوءُ الظَّنِّ، وَالْحَسَدُ "، قَالَ ": فَيُنْجِيكَ مِنَ الطِّيَرَةِ، أَنْ لَا تَعْمَلَ بِهَا، وَيُنْجِيكَ مِنْ سَوْءِ الظَّنِّ أَنْ لَا تَتَكَلَّمَ، وَيُنْجِيكَ مِنَ الْحَسَدِ أَنْ لَا تَبْغِيَ أَخًا سُوءًا (مصنف عبدالرزاق؛ شعب الايمان للبيهقى، وقال هٰذا منقطع) [1]

ترجمہ: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جو ابنِ آدم کو عاجز ومجبور نہیں کرسکتیں؛ ایک بدفالی، دوسرے بدگمانی اور تیسرے حسد۔

اور فرمایا کہ بدفالی سے نجات کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس پر عمل نہ کریں،اور بدگمانی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے مطابق کلام نہ کریں (اور کوئی حکم نہ لگائیں) اور حسد سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ کوئی بُرا معاملہ نہ کریں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثَةٌ :الطِّيَرَةُ ، وَالظَّنُّ، وَالْحَسَدُ، فَمَخْرَجُهُ مِنَ الطِّيَرَةِ أَنْ لَا يَرْجِعَ، وَمَخْرَجُهُ مِنَ الظَّنِّ أَلَا يُحَقِّقَ، وَمَخْرَجُهُ مِنَ الْحَسَدِ أَنْ لَا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعالى) أى تب إليه من اعتراضك عليه فى تصرفه وخلقه فإنه حكيم لا يفعل شيئا إلا لحكمة (وإذا نظرت) من شىء (فامض) لمقصدك ولا ترجع كما كانت الجاهلية تفعله فإن ذلك ليس له تأثير فى جلب نفع ولا دفع ضر.

(تنبيه) أشار بهذا الحديث إلى أن هذه الثلاثة من أمراض القلب التى يجب التداوى منها وأن علاجها ما ذكر فمخرجه من سوء الظن أن لايحققه بقلبه ولا بجارحته أما تحقيقه بالقلب فبأن يصمم عليه ولا يكرهه ومن علامته أن يتفوه به فبأن يعمل بموجبه فيها والشيطان يلقى للإنسان أن هذا من فطنتك وأن المؤمن ينظر بنور الله وهو إذا أساء الظن ناظر بنور الشيطان وظلمته أما إذا أخبرك به عدل فظننت صدقه فأنت مغرور (فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۳۴۶۵)

[1] قال ابن حجر:

وهذا مرسل أو معضل لكن له شاهد من حديث أبى هريرة أخرجه البيهقى فى الشعب وأخرج بن عدى بسند لين عن أبى هريرة (فتح البارى لابن حجر ، باب الطيرة)

یَبْغِیَ"(شعب الایمان)

ترجمہ: انسان میں تین چیزیں ہیں؛ایک بدفالی،دوسری بدگمانی اور تیسری حسد۔
پس بدفالی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ نہ کرے (اور اللہ پر بھروسہ رکھے) اور بدگمانی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی جستجو نہ کرے (اور کوئی حکم نہ لگائے) اور حسد سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس پر حسد کا تقاضا ہو رہا ہے، اُس پر زیادتی نہ کرے (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ ہرانسان کو غیر اختیاری طور پر خودبخود بدفالی و بدشگونی اور بدگمانی اور حسد کا تقاضا پیش آ سکتا ہے، اور جب تک اس تقاضے پر عمل نہ کیا جائے، تو کوئی گناہ نہیں۔ [1]

حسد سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کو جونعمت بھی حاصل ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور فیصلہ سمجھا کرو اور جس سے حسد ہو اس کی تعریف کیا کرو، اور اس کے ساتھ خوب احسان وسلوک اور تواضع سے پیش آیا کرو، بلکہ نفس پر زور ڈال کر دوسرے کے لئے مزید نعمتوں کے حاصل ہونے کی دعا کیا کرو، اور ساتھ ہی اپنے لئے بھی ان نعمتوں کے حاصل ہونے کی دعا کیا کرو۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح عمل کرتے رہنے سے ایک دن حسد دور ہو جائے گا۔

---

[1] (فی الإنسان ثلاثة) من الخصال (الطيرة) بكسر ففتح التشاؤم بالشين يعنى قلما يخلو الإنسان من طيرة (والظن) يعنى الشك العارض (والحسد فمخرجه من الطيرة أن لا يرجع) بل يتوكل على الله ويمشى لوجهه حسن الظن بربه واثقا بجميل صنعه (ومخرجه من الظن أن لا يتحقق) ما خطر فى قلبه ويحكم به (ومخرجه من الحسد أن لا يبغى) على المحسود والمؤمنون متفاوتون فى أحوالهم فمنهم الضعيف إيمانه والقوى والعالى والدانى فوصف المتوسطين منهم بقوله ومخرجه من الحسد إلخ وهذا الحسد المذموم الذى يتعين مجاهدة النفس عنه وكذا إذا أساء ظنه بأخيه طالبته نفسه بأن يقول فيه سوءا فيجاهدها وكذا الطيرة تمنع عن المضى فيجاهد نفسه وأما من علت رتبته فإنه وإن اشتمل على هذه الخصال لا تذم منه لأنها تكون فى أسباب الدين لا الدنيا بأن يحسده فى فضيلة فيتمناها كما يشير إليه خبر لا حسد إلا فى اثنتين(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى)

بغض وکینہ

بغض وکینہ اسے کہتے ہیں کہ جس پر غصہ وناگواری ہو اور اس سے بدلہ لینے کی قوت نہ ہو، تو اس کے ضبط کرنے سے دل پر ایک قسم کی گرانی وناگواری ہوتی ہے، اسی گرانی وناگواری کا نام بغض وکینہ ہے، جو کہ عام طور پر غصہ سے پیدا ہوتی ہے۔

کسی مسلمان سے بغض وکینہ صرف عیب نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا بیج ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (سورة اعراف آیت نمبر ۱۹۹)

’’معاف اور درگزر کرنے کو اختیار کرو، اچھی بات کا حکم کرو اور جاہلوں سے اعراض کرلو‘‘

ایک حدیث میں ہے کہ:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا إِخْوَانًا (بخاری، مسلم)

ترجمہ: اپنے آپ کو بدگمانی کرنے سے بچاؤ، کیونکہ بدگمانی جھوٹی ترین بات ہے، اور عیبوں کی جستجو نہ کرو، اور کسی کے راز کی ٹوہ میں نہ لگو، اور آپس میں بغض نہ رکھو، اور آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہو (ترجمہ ختم) [1]

---

[1] قَوْله صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(إِيَّاكُمْ وَالظَّنّ ؛ فَإِنَّ الظَّنّ أَكْذَب الْحَدِيث) الْمُرَاد النَّهْي عَنْ ظَنّ السُّوء .قَالَ الْخَطَّابِيُّ :هُوَ تَحْقِيق الظَّنّ وَتَصْدِيقه دُون مَا يَهْجِس فِي النَّفْس ؛ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يُمْلَك .وَمُرَاد الْخَطَّابِيّ أَنَّ الْمُحَرَّم مِنْ الظَّنّ مَا يَسْتَمِرّ صَاحِبه عَلَيْهِ ، وَيَسْتَقِرّ فِي قَلْبه ، دُون مَا يَعْرِض فِي الْقَلْب ، وَلَا يَسْتَقِرّ ؛ فَإِنَّ هَذَا لَا يُكَلَّف بِهِ كَمَا سَبَقَ فِي حَدِيث "تَجَاوَزَ اللَّه تَعَالَى عَمَّا تَحَدَّثَتْ بِهِ الْأُمَّة مَا لَمْ تَتَكَلَّم أَوْ تَعْمِد "وَسَبَقَ تَأْوِيله عَلَى الْخَوَاطِر الَّتِي لَا تَسْتَقِرّ -وَنَقَلَ الْقَاضِي عَنْ سُفْيَان أَنَّهُ قَالَ :الظَّنّ الَّذِي يَأْثَم بِهِ هُوَ مَا ظَنَّهُ وَتَكَلَّمَ بِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَتَكَلَّم لَمْ يَأْثَم .قَالَ : وَقَالَ بَعْضهمْ :يُحْتَمَل أَنَّ الْمُرَاد الْحُكْم فِي الشَّرْع بِظَنٍّ مُجَرَّد مِنْ غَيْر بِنَاء عَلَى أَصْل وَلَا نَظَر وَاسْتِدْلَال ، وَهَذَا ضَعِيف أَوْ بَاطِل ، وَالصَّوَاب الْأَوَّل .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ایک حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں:

لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ(بخاری، مسلم، ترمذی) [1]

ترجمہ: آپس میں بغض نہ رکھو، اور آپس میں حسد نہ کرو، اور آپس میں قطع تعلقی نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی ہو کر رہو، اور کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ سلام وکلام چھوڑ دے (ترجمہ ختم)

اور ایک موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمُ الْبَغْضَاءُ وَالْحَسَدُ ، وَالْبَغْضَاءُ وَهِيَ الْحَالِقَةُ ، لَيْسَ حَالِقَةَ الشَّعْرِ لَكِنْ حَالِقَةَ الدِّيْنِ ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوْا ، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتَّى تَحَابُّوْا ، أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ أَظُنُّهُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قَوْله صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا)الْأَوَّل بِالْحَاءِ ، وَالثَّانِي الْجِيم .قَالَ بَعْض الْعُلَمَاء :(التَّحَسُّس) بِالْحَاءِ الِاسْتِمَاع لِحَدِيثِ الْقَوْم ، وَالْجِيم الْبَحْث عَنْ الْعَوْرَات .وَقِيلَ : بِالْجِيمِ التَّفْتِيش عَنْ بَوَاطِن الْأُمُور ، وَأَكْثَر مَا يُقَال فِي الشَّرّ ، وَالْجَاسُوس صَاحِب سِرّ الشَّرّ ، وَالنَّامُوس صَاحِب سِرّ الْخَيْر .وَقِيلَ :بِالْجِيمِ أَنْ تَطْلُبهُ لِغَيْرِك ، وَبِالْحَاءِ أَنْ تَطْلُبهُ لِنَفْسِك .قَالَهُ ثَعْلَب :وَقِيلَ :هُمَا بِمَعْنًى .وَهُوَ طَلَب مَعْرِفَة الْأَخْبَار الْغَائِبَة وَالْأَحْوَال (شرح النووی علی مسلم، کتاب البر و الصلة)

(ولا تجسسوا) بجيم أى لا تتعرفوا خبر الناس بلطف كالجاسوس وقال القاضى :التجسس بالجيم تعرف الخبر ومنه الجاسوس وقال الزمخشرى :التجسس أن لا يترك عباد الله تحت ستره فيتوصل إلى الاطلاع عليهم والتجسس على أحوالهم وهتك الستر حتى ينكشف لك ما كان مستورا عنك ويستثنى منه ما لو تعين طريقا لإنقاذ محترم من هلاك أو نحوه كأن يخبر ثقة بأن فلانا خلا برجل ليقتله أو امرأة ليزنى بها فيشرع التجسس كما نقله النووى عن الأحكام السلطانية واستجاده (ولا تحسسوا) بحاء مهملة أى لا تطلبوا الشء بالحاسة كاستراق السمع وإبصار الشيئ خفية وقيل الأول التفحص عن عورات الناس وبواطن أمورهم بنفسه أو بغيره والثانى أن يتولاه بنفسه وقيل الأول يختص بالشر والثانى أعم(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۲۹۰۱)

(والتفصيل المزيد فى المرقاة، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر الخ)

[1] قوله لا تدابروا أى لا تقاطعوا (فتح البارى لابنِ حجر)

بِمَا يُثْبِتُ لَكُمْ أَفْشُوا السَّلامَ بَيْنَكُمْ (بزار،ترمذی،مسند احمد) ۱

ترجمہ: تمہاری طرف تم سے پہلی امتوں کا مرض منتقل ہوگا، جو کہ بغض اور حسد ہے، اور بغض مونڈنے والا ہے، اور یہ بالوں کو مونڈنے والا نہیں، بلکہ دین کو مونڈنے والا ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ تم ایمان لائے بغیر جنت میں داخل نہ ہوگے، اور آپس میں محبت کئے بغیر مومن نہیں کہلاؤ گے، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلادوں، جس کے بارے میں میرا گمان یہ ہے کہ وہ تمہیں ایمان (اور آپس کی محبت) پر قائم رکھے گی، تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغض دنیا اور آخرت کے اعتبار سے تباہ کُن چیز ہے، اور جس فرد یا قوم میں یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے، اس کی دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا باعث بنتا ہے۔ ۲

بغض وکینہ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ

جس مسلمان سے بغض وکینہ ہو اس کا قصور معاف کردینا اور اس سے میل جول شروع کردینا، خصوصاً اس کو اہتمام کے ساتھ سلام کرنا، اور ہوسکے تو اخلاص کے ساتھ اس کو ہدیہ وتحفہ پیش کرنا، اگرچہ اس سے طبیعت پر گرانی ہو اور یہ عمل نفس کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو اس طریقہ پر عمل کرتے رہنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بغض وکینہ دور ہوجائے گا۔

---

۱ قال الهيثمی:
رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ (مجمع الزوائد)

۲ قال رسول الله دب بفتح الدال المهملة وتشديد الموحدة أى نقل وسرى ومشى بخفية إليكم داء الأمم قبلكم الحسد أى فى الباطن والبغضاء أى العداوة فى الظاهر ورفعهما على أنهما بيان للداء أو بدل وسميا داء لأنهما داء القلب هى أى البغضاء وهو أقرب مبنى ومعنى أو كل واحدة منهما الحالقة أى القاطعة للمحبة والإلفة والصلة والجمعية والخصلة الأولى هى المؤدية إلى الثانية ولذا قدمت لا أقول تحلق الشعر أى تقطع ظاهر البدن فإنه أمر سهل ولكن تحلق الدين وضرره عظيم فى الدنيا والآخرة قال الطيبى أى البغضاء تذهب بالدين كالموسى تذهب بالشعر وضمير المؤنث راجع إلى البغضاء كقوله تعالى والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها التوبة(مرقاة، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر الخ)

زیادہ بولنے کی حرص اور زبان کی آفتیں

نفس کو زیادہ بولنے میں مزہ آتا ہے، اوراس کی وجہ سے سینکڑوں گناہوں میں انسان پھنس جاتا ہے، اور نفس کی اس خواہش کے ظاہر ہونے کا مقام زبان ہے، اس لئے زبان کے ذریعہ سے انسان بے شمار گناہوں میں الجھ جاتا ہے۔

چنانچہ جھوٹ، چغل خوری، لعن طعن، اپنی بڑائی جتلانا، گالی گلوچ کرنا، کسی کا تمسخر واستہزاء کرنا اور بہتان و غیبت وغیرہ یہ سب آفتیں زبان سے سرزد ہوتی ہیں، اور یہ سارے گناہ نفس کی زیادہ بولنے کی خواہش پر وجود میں آتے ہیں، اس لئے نفس کی اصلاح کے ساتھ اس موضوع کا بھی اہم تعلق ہے۔ [1]

شریعت نے زبان کی حفاظت کرنے پر بہت زور دیا ہے، اور زبان کی حفاظت کرنے پر بڑے اجر وانعام کا وعدہ کیا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ (بخاری)

ترجمہ: جو آدمی مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) کی اور اپنے دونوں پاؤں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں ((ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ وَقَاهُ اللَّهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ (ترمذی)

ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ نے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کے شر سے بچالیا، تو وہ جنت میں داخل ہوگیا (ترجمہ ختم)

---

[1] والتفصیل فی الشریعة والطریقة رقم الصفحة ١٧١ الیٰ ١٨١.

اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ (بخاری)

ترجمہ: جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ وہ خیر کی بات کرے، یا خاموش رہے (ترجمہ ختم)

اور حضور ﷺ نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی کہ اگر خیر کی بات نہ ہو تو خاموش رہنے میں ہی عافیت ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَمَتَ نَجَا (طبرانی کبیر، ترمذی، مسند احمد، دارمی) [1]

ترجمہ: جو خاموش رہا، اس نے نجات پائی (ترجمہ ختم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا النَّجَاةُ قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ (ترمذی، وقال هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ نجات کا کیا طریقہ ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کو (برائی سے) روک کر رکھو، اور اپنے گھر کو اپنے لئے کشادہ رکھو، اور اپنی خطاؤں پر روتے (یعنی ندامت وتوبہ استغفار کرتے) رہو (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں گھر کشادہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ضروریات پوری ہوتی رہیں، اور

---

[1] قال السخاوی:

شواهده كثيرة، منها عند الطبرانی بسند جيد، وقد أفرد ابن أبی الدنيا للصمت جزءاً حافلاً (المقاصد الحسنة، حرف الميم)

وقال العراقی:

أخرجه الترمذی من حديث عبد الله بن عمرو بسند فيه ضعف وقال غريب وهو عند الطبرانی بسند جيد (تخريج احاديث الاحياء حديث نمبر ٢٧٩٣)

بلاضرورت گھر سے نکلنے کی نوبت نہ آئے، خاص طور پر فتنوں کے دور میں۔ [1]

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُولُ اتَّقِ اللَّهَ فِينَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَإِنْ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنْ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا (ترمذی)

ترجمہ: جب بنی آدم صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کے سامنے مؤدب ہوکر عرض کرتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا، کیونکہ ہماری سلامتی تو آپ کے ساتھ ہی وابستہ ہے، اگر آپ درست رہو گی تو ہم بھی درست رہیں گے، اور اگر آپ ٹیڑھ پن اختیار کروگی؛ تو ہم بھی ٹیڑھے ہونگے (یعنی نقصان اٹھائیں گے) (ترجمہ ختم)

اکثر وبیشتر جھگڑے وفساد کا باعث انسان کی زبان ہی بنتی ہے، اور اسی کے ذریعہ سے عام طور پر مار پیٹ اور قتل وغارت گری کی نوبت آتی ہے، جس سے جسم کے تمام اعضاء متأثر ہوتے ہیں۔

اس لئے ہر روز تمام اعضاء زبان سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] وليسعك بكسر اللام ويسكن بيتك بأن تسكن فيه ولا تخرج منه إلا لضرورة ولا تضجر من الجلوس فيه بل تجعله من باب الغنيمة فإنه سبب الخلاص من الشر والفتنة ولذا قيل هذا زمان السكوت وملازمة البيوت والقناعة إلى أن يموت(مرقاة، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ)

[2] (إذا أصبح ابن آدم) دخل في الصباح (فإن الأعضاء) جمع عضو بضم العين وكسرها كل عظم وافر بلحمه (كلها) تأكيد لدفع توهم عدم إرادة الشمول (تكفر اللسان) تذل وتخضع له من قولهم كفر اليهودى إذا خضع وطأطأ رأسه وانحنى لتعظيم صاحبه مأخوذ من الكافرة وهى الكاذبة التى هى أصل الفخذ ذكره القاضى وأصله للزمخشرى حيث قال وهو من تكفير الذمى وهو أن يطأطأ رأسه ويحنى ظهره كالراكع عند تعظيم صاحبه قال :تكفر باليدين إذا التقينا *وتلقى من مخافتنا عصاكا كأنه من الكافرتين وهما الكاذبتان لأنه يضع يديه عليهما أو ينثى عليهما أى يحكى فى ذلك من يكفر شيئا أى يغطيه ويستره انتهى (فتقول) أى بلسان الحال وزعم أن المراد لسان القال جمود (اتق الله فينا) أى خفه فى حفظ حقوقنا فلا تقتحم منهيا فيهلك معك (فإنما نحن بك) أى نستقيم ونعوج تبعا لك (فإن استقمت) أى اعتدلت على الصراط المستقيم (استقمنا) اعتدلنا وفى التنزيل *(وكان بين ذلك قواما) * أى عدلا (وإن اعوججت) ملت عن الاعتدال (اعوججنا) ملنا عنه قال الغزالى رضى الله تعالى عنه :المعنى فيه أن نطق اللسان يؤثر فى أعضاء الإنسان بالتوفيق والخذلان فاللسان أشد الأعضاء جماحا وطغيانا وأكثرها فسادا وعدوانا (فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ٤٥٤)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا هَذَا(ترمذی ،وقال حَسَنٌ صَحِيحٌ ،ا بن ماجة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف کرتے ہیں،تو نبی ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا کہ اس کا۔اس کا (یہ الفاظ دو مرتبہ فرمائے)(ترجمہ ختم)

ظاہر ہے کہ دو مرتبہ زبان کے بارے میں ان الفاظ کے کہنے کا مقصد یہی تھا تا کہ اس کی اہمیت معلوم ہو جائے۔

اور ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي كُلُّ مُنَافِقٍ عَلِيمِ اللِّسَانِ(مسند احمد، معجم طبرانی کبیر) [1]

ترجمہ: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف زبان کے عالم منافق کا ہے(ترجمہ ختم)

اس حدیث میں حضور ﷺ نے زبان کے علم کی منافقت پر زیادہ خوف ظاہر فرمایا ہے،اور مراد اس سے یہ ہے کہ علم کا اثر صرف زبان سے تقریر و بیان کی حد تک ہو، دل میں اس علم کی وجہ سے کوئی خوف وخشیت یا شوق ورغبت موجود نہ ہو،اور نہ ہی اپنی عملی زندگی میں علم کے تقاضوں پر عمل درآمد ہو،اس سے زبان کے فتنے کی اہمیت معلوم ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ:

لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللَّهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيُ(ترمذی،وقال حَسَنٌ غَرِيبٌ ،

---

[1] قال البوصیری:

رواه إسحاق بن راهويه والحارث بن أبي أسامة ومسدد واللفظ له بسند صحيح(اتحاف الخيرة المهرة ج۷ص ۳٦٦)

وقال الهيثمي:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْبَزَّارُ ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ (مجمع الزوائد)

شعب الایمان ، الدعاء للطبرانی)

ترجمہ: تم زیادہ کلام نہ کرو؛ سوائے اللہ کے ذکر کے (خواہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی شکل میں ہو یا تسبیح وتہلیل وغیرہ کی شکل میں) کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ کثرتِ کلام دل کی سختی کا باعث ہوتا ہے، اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور سخت دل ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اور یہی مضمون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالہ سے بھی منقول ہے۔ ١

اللہ تعالیٰ سے دور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت وعنایت سے دور ہوتا ہے۔ ٢

اور بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی زبان سے نکلا ہوا ایک ہی کلمہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے، اور اس کے برعکس بعض دفعہ زبان سے نکلا ہوا ایک کلمہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت میں لے جانے کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سُخْطِ اللَّهِ لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا فَيَهْوِى بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ سَبْعِينَ خَرِيفًا (ابن ماجة،بزار)

---

١ و حَدَّثَنِي مَالِك أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَانَ يَقُولُ لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ فَتَقْسُوَ قُلُوبُكُمْ فَإِنَّ الْقَلْبَ الْقَاسِيَ بَعِيدٌ مِنْ اللَّهِ (مؤطا امام مالک،مؤطاامام محمد،مصنف ابن ابی شیبة،شعب الایمان)

حدثنا قبيصة ، عن سفيان قال :قال :عيسى ابن مريم عليه الصلاة والسلام : لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله فتقسو قلوبكم ، وإن كانت لينة فإن القلب القاسي بعيد من الله (الزهد لهناد بن السرى)

قال :وأخبرنا عبد الله بن عياش ، عن يزيد بن قوذر ، قال :قال كعب : لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله فتقسو قلوبكم ؛ فإن القلب القاسي بعيد من الله (الجامع لابنِ وهب)

٢ لا تكثروا الكلام بغير ذكر الله فيه إشارة إلى أن بعض الكلام مباح وهو ما يعنيه فإن كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة أى سبب قساوة للقلب وهى النبو عن سماع الحق والميل إلى مخالطة الخلق وقلة الخشية وعدم الخشوع والبكاء وكثرة الغفلة عن دار البقاء وإن أبعد الناس من الله أى من نظر رحمته وعين عنايته القلب القاسي أى صاحب أو التقدير أبعد قلوب الناس القاسي أو أبعد الناس من له القلب القاسي (مرقاة، كتاب الدعوات، باب ذكر الله عزوجل)

ترجمہ: بے شک آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا ایک کلمہ زبان سے بولتا ہے، جس میں وہ کوئی حرج بھی نہیں سمجھتا؛ مگر وہ کلمہ اسے جہنم کی آگ میں ستر سال کی مسافت کی بلندی پر سے نیچے دھکیل دیتا ہے (ترجمہ ختم) [1]

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ (بخاری ،مسلم)

ترجمہ: بے شک بندہ ایک کلمہ ایسا زبان سے بولتا ہے؛ کہ اس کے سامنے اس کلمہ کی اہمیت ظاہر نہیں ہوتی، اور وہ کلمہ اس کو جہنم کی آگ میں مشرق کے درمیان والی مسافت سے زیادہ دوری پر ڈال دیتا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ (بخاری،مؤطا امام مالک، شعب الایمان ، صحیح ابنِ حبان ، مستدرک حاکم)

ترجمہ: بے شک بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا والا ایک کلمہ ایسا زبان سے بولتا ہے؛ کہ اس کو اس کی اہمیت معلوم نہیں ہوتی، مگر اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے بے شمار درجات بلند فرمادیتے ہیں، اور بے شک بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا ایک کلمہ ایسا زبان سے بولتا ہے ؛ کہ اس کو اس کی اہمیت معلوم نہیں ہوتی، اور وہ کلمہ اسے جہنم میں دھکیلنے کا باعث بن جاتا ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] من صام يوما لوجه الله بعد الله وجهه أى ذاته عن النار سبعين خريفا أى مقدار مسافة سبعين سنة متفق عليه فى النهاية الخريف الزمان المعروف ما بين الصيف والشتاء ويراد به السنة لأن الخريف لا يكون فى السنة إلا مرة واحدة فإذا انقضى الخريف انقضى السنة (مرقاة، باب صيام التطوع)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ (ترمذی، وقال حَسَنٌ صَحِيحٌ،ابنِ ماجة،مسند احمد، معجم طبرانی کبیر) [1]

ترجمہ: لوگ جہنم میں اپنے چہروں یا اپنی ناک کے بل اپنی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتی اور فصل (کیونکہ آدمی جو بوتا ہے، وہی کاٹتا ہے) ہی کی وجہ سے ڈالے جائیں گے (ترجمہ ختم)

زبان سے سرزد ہونے والی اول فول اور گناہ کی باتوں کو چارہ یعنی کاٹی ہوئی کھیتی اس لئے کہا گیا کہ جس طرح جانوروں کے چارہ میں مختلف خشک اور تر اور مفید و مضر گھاس ونبات رَلے ملے شامل ہوتے ہیں، اسی طرح فضول گوئی وکثرتِ کلام میں مبتلا شخص کی حالت ہوتی ہے کہ وہ بری بھلی باتیں رَلی ملی کرتا ہے، اور اسے اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی، اور چونکہ چارہ جانوروں کی غذا ہے، اس لئے ایسے انسان کو جانوروں سے تشبیہ دینے کے لئے یہ بات فرمائی گئی۔ [2]

اور حضور ﷺ نے اچھے اور کامل مسلمان اور افضل اسلام کی حقیقت کو دوسرے مسلمان کی زبان سے سلامت رہنے کی وضاحت فرمائی ہے۔

چنانچہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

---

[1] قال الهيثمي:
رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ غَيْرَ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ الْجَنْبِيِّ ، وَهُوَ ثِقَةٌ .(مجمع الزوائد)

[2] يكب بفتح الياء وضم الكاف من كبه إذا صرعه على وجهه بخلاف أكب فإن معناه سقط على وجهه وهو من النوادر وهو عطف على مقدر أي هل تظن غير ما قلت وهل يكب الناس أي يلقيهم ويسقطهم ويصرعهم في النار على وجوههم أو على مناخرهم شك من الراوي والمنخر بفتح الميم وكسر الخاء وفتحها ثقب الأنف والمراد هنا الأنف والاستفهام للنفي خصهما بالكب لأنهما أول الأعضاء سقوطا إلا حصائد ألسنتهم أي محصوداتها شبه ما يتكلم به الإنسان بالزرع المحصود بالمنجل وهو من بلاغة النبوة فكما أن المنجل يقطع ولا يميز بين الرطب واليابس والجيد والرديء فكذلك لسان بعض الناس يتكلم بكل نوع من الكلام حسنا وقبيحا والمعنى لا يكب الناس في النار إلا حصائد ألسنتهم من الكفر (مرقاة المفاتيح. كتاب الايمان)

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ(بخاری، مسلم)

ترجمہ: کامل مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں (ترجمہ ختم)

اورایک حدیث میں ہے کہ:

قَالُوْا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ(بخاری، مسلم)

ترجمہ: لوگوں نے معلوم کیا کہ اے اللہ کے رسول کون سا اسلام افضل ہے؟

تو اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت و محفوظ رہیں (ترجمہ ختم)

اورایک حدیث میں ہے کہ:

إِنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ(مسلم)

ترجمہ: ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا مسلمان بہتر ہے؟

تو اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں (ترجمہ ختم)

بہرحال زبان سے کیونکہ مختلف گناہ سرزَد ہوتے ہیں، جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے بھی ہے، اور مخلوق سے بھی ہے، اس لئے زبان کی اہمیت کو دنیا و آخرت کے معاملات میں بہت دخل ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے تفصیل کے ساتھ زبان کے موضوع پر مختلف ہدایات ارشاد فرمائیں۔

یوں تو زبان سے بے شمار گناہ سرزَد ہوتے ہیں، اور احادیث میں ان گناہوں سے بچنے کے لئے کم بولنے یا خاموش رہنے کی تعلیم دی گئی ہے، لیکن آج کل زبان سے سب سے زیادہ سرزَد ہونے والا گناہ غیبت ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا

تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ(سورة حجرات آيت ١٠)

ترجمہ: اے ایمان والوں زیادہ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور دوسروں کا تجسس بھی نہ کرو، اورتم میں سے کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کرے، کیاتم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے، کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے، ظاہر ہے کہ تم سب اس کو ناپسند کرتے ہو(اور غیبت کا گناہ مُردہ بھائی کے گوشت کھانے کی طرح ہے) پس تم اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے (ترجمہ ختم)

اس آیت سے غیبت کے گناہ کی برائی واضح طور پر معلوم ہوئی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَفَعَتْ رِيحُ جِيفَةٍ مُنْتِنَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَا هَذِهِ الرِّيحُ هَذِهِ رِيحُ الَّذِينَ يَغْتَابُونَ الْمُؤْمِنِينَ(مسند احمد،الادب المفرد للبخاری) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، کہ اچانک ایک سڑے ہوئے مردار کی بدبو اٹھی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں خبر ہے کہ یہ بدبو کس چیز کی ہے؟ یہ بدبو ان لوگوں کی ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ غیبت کا گناہ کرنے والوں کی زبان سے سڑے ہوئے مردار سے بھی زیادہ سخت بدبو پھیلتی ہے۔

وہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بدبو سے انسانوں کو محفوظ رکھتے ہیں، ورنہ تو روئے زمین پر

---

[1] قال الهيثمي:
رواه أحمد ورجاله ثقات.(مجمع الزوائد)
وقال المنذری:
رواه أحمد وابن أبی الدنيا ورواة أحمد ثقات(الترغيب والترهيب)

انسانوں کا زندہ رہنا مشکل ہو جاتا۔

البتہ کبھی اللہ تعالیٰ کسی مصلحت سے اپنے نیک بندوں پر اس کا اظہار بھی فرما دیتے ہیں۔

غیبت کے معنیٰ ہیں کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو۔ جبکہ وہ بات اس کے اندر موجود ہو اور اگر وہ بات اس میں نہیں تو وہ بہتان ہے جو کہ غیبت سے بڑھ کر ہے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ . قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . قَالَ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ . قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ (مسلم، ابوداؤد)

ترجمہ: کیا تم غیبت جانتے ہوئے کہ کیا ہوتی ہے؟

لوگوں نے عرض کیا کہ (اس کا تو) اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا اپنے مسلمان بھائی کا (پیٹھ پیچھے) اس طرح ذکر کرنا، جو اسے ناپسند ہو (یہ غیبت ہے) رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی کے اندر وہ بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس میں وہ بات موجود ہو جو تم کہتے ہو؛ تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر اس میں وہ بات موجود نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا (ترجمہ ختم)

زبان کے گناہوں سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ بات کرنے سے پہلے تھوڑی دیر سوچ لیا کریں کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ جو سمیع وبصیر ہیں ناخوش و ناراض تو نہ ہوں گے۔

پھر اگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والی بات نہ ہو تو بولا کریں ورنہ خاموش رہا کریں۔

گویا کہ:

پہلے تولیں اور پھر بولیں

پر عمل کیا کریں۔

اس طرح کرتے رہنے سے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکلے گی۔

خلاصہ

آپ نے باطن سے متعلق اچھے اور برے اخلاق کا ذکر ملاحظہ کرلیا، اب ان پر عمل کرنا چاہئے۔
بعض حضرات نے ان اخلاق کے علاوہ (جو ہم نے ذکر کیے) بعض اور اخلاق کا بھی تذکرہ کیا ہے؛ مگر وہ اخلاق کیونکہ مستقل نہیں ہیں، بلکہ اُن کا تعلق زیادہ تر مذکورہ اخلاق میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ ہے۔اس لیے ہم نے اُن کا مستقل طور پر ذکر نہیں کیا۔
اگر مذکورہ اخلاق پر صحیح اور مکمل طریقے سے عمل کیا جائے، تو امید ہے کہ ان پر عمل کی برکت سے وہ بھی حاصل ہوجائیں گے، مثلاً صبر پر عمل کرنے کی برکت سے استقامت کی نعمت بھی حاصل ہوجائے گی۔
لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ نفس اچھے اخلاق کو اختیار کرنے اور برے اخلاق سے بچنے کو پسند نہیں کرتا، اور نفس کی خواہشات کو ایک آدھ مرتبہ دبا دینا کافی نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لئے مسلسل جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ ؎

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل ۔۔۔ کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

اور جب انسان کے باطنی اخلاق درست ہوجاتے ہیں تو اس کا دل منور اور روشن ہوجاتا ہے، اور وہ دراصل ایک صحیح اور سچا انسان بن جاتا ہے، اور اس کی برکت سے پھر اس کا ظاہر بھی درست ہوجاتا ہے۔
ہم نے اچھے اور برے اخلاق کا بہت اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، تاکہ تھوڑے وقت میں اس موضوع سے متعلق اہم اور مفید باتیں معلوم ہوجائیں۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ظاہر اور باطن کی کامل اصلاح فرمادیں، اور ہم سب کو کامل مومن اور متقی اور پرہیزگار بنادیں۔ آمین

فقط محمد رضوان

مؤرخہ ۱۵/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۰ھ بمطابق 09/ جون/ 2009ء، بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530